# اپنی زبان

ساتویں جماعت کے لیے اردو کی درسی کتاب

4713

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

NATIONAL COUNCIL OF EDUCATIONAL RESEARCH AND TRAINING

**Apni Zaban**
Textbook in Urdu for Class VII

**ISBN 81-7450-684-5**


**پہلا ایڈیشن**

فروری 2007 پھالگن 1927

**دیگر طباعت**

دسمبر 2014 پوش 1936
فروری 2016 پھالگن 1937
اپریل 2017 چیتر 1939
جنوری 2018 پوش 1939
جنوری 2019 ماگھ 1940

**PD 15T SPA**




₹ 60.00




**این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر**

این سی ای آر ٹی کیمپس
سری اروندو مارگ
**نئی دہلی** - 110016 **فون** 011-26562708

108,100 فِٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بناشنکری III اسٹیج
**بنگلور** - 560085 **فون** 080-26725740

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
**احمد آباد** - 380014 **فون** 079-27541446

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
**کولکتہ** - 700114 **فون** 033-25530454

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
**گواہاٹی** - 781021 **فون** 0361-2674869

**اشاعتی ٹیم**

**ہیڈ پبلی کیشن ڈویژن** : محمد سراج انور
**چیف ایڈیٹر** : شویتا اُپّل
**چیف بزنس منیجر** : گوتم گانگولی
**چیف پروڈکشن آفیسر** : ارون چتکارا
**ایڈیٹر** : سید پرویز احمد
**پروڈکشن اسسٹنٹ** : پرکاش ویر سنگھ

سرورق اور آرٹ
وی۔ منیشا

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ، نئی دہلی نے شگون آفسیٹ پریس، 476-F، سیکٹر 63، نوئڈا، 201301 (یو پی) میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

# پیش لفظ

’قومی درسیات کا خاکہ، 2005‘ میں سفارش کی گئی ہے کہ بچّوں کی اسکول کی زندگی، ان کی باہر کی زندگی سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ یہ زاویۂ نظر، کتابی علم کی اس روایت کی نفی کرتا ہے جس کے باعث آج تک ہمارے نظام میں گھر اور سماج کے درمیان فاصلے حائل ہیں۔ نئے قومی درسیات کے خاکے پر مبنی نصاب اور درسی کتابیں اسی بنیادی خیال پر عمل آوری کی ایک کوشش ہے۔ اس کوشش میں مختلف مضامین کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے اور رٹ کر پڑھنے کے طریقۂ کار کی حوصلہ شکنی بھی شامل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان اقدامات سے قومی تعلیمی پالیسی 1986 میں مذکور ’تعلیم کے طفل مرکوز نظام‘ کی طرف مزید پیش رفت ہوگی۔

اس کوشش کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ سبھی اسکولوں کے پرنسپل اور اساتذہ بچّوں میں اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے اور ذہنی سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے کی ہمّت افزائی کریں۔ ہمیں یہ ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ بچوں کو اگر موقع، وقت اور آزادی دی جائے تو وہ بڑوں سے حاصل شدہ معلومات سے وابستہ ہوکر، نئی معلومات مرتّب کرتے ہیں۔ آموزش کے دوسرے ذرائع اور محل وقوع کو نظر انداز کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب مجوّزہ درسی کتاب کو امتحان کے لیے واحد ذریعہ بنانا ہے۔ بچّوں کے اندر تخلیقی صلاحیت اور پیش قدمی کے رجحان کو فروغ دینا اسی وقت ممکن ہے جب ہم آموزشی عمل میں بچّوں کو بحیثیت شریک کار قبول کریں اور اُن سے اسی طرح پیش آئیں۔ انھیں محض مقررہ معلومات کا پابند نہ سمجھیں۔

یہ مقاصد اسکول کے معمولات اور طریقۂ کار میں معقول تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ روزمرہ نظام الاوقات (Time-Table) میں لچیلا پن اُسی قدر ضروری ہے جتنی کہ سالانہ کیلینڈر کے نفاذ میں سخت محنت کی تاکہ مطلوبہ ایام کو حقیقتاً تدریس کے لیے وقف کیا جاسکے۔ تدریس اور اندازۂ قدر کے طریقوں سے بھی اس امر کا تعین ہوگا کہ یہ درسی کتاب، بچوں میں ذہنی تناؤ اور اکتاہٹ کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کی اسکولی زندگی کو خوش گوار بنانے میں کس حد تک مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی تشکیلِ نو اور اسے نیا رخ دینے کی غرض سے بچوں کی نفسیات اور تدریس کے لیے دستیاب وقت پر زیادہ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی ہے۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ

درسی کتاب سوچنے اور محسوس کرنے کی تربیت، چھوٹے گروپوں میں بحث ومباحثہ کرنے اور عملاً انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو زیادہ اوّلیت دیتی ہے۔

این سی ای آر ٹی اس کتاب کے لیے تشکیل دی جانے والی ''کمیٹی برائے درسی کتاب'' کی مخلصانہ کوششوں کی شکرگزار ہے۔ کونسل زبانوں کی مشاورتی کمیٹی برائے زبان کے چیئرمین پروفیسر نامورسنگھ اور اس کتاب کے خصوصی صلاح کار پروفیسر شمیم حنفی کی ممنون ہے۔ اس درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصّہ لیا، ہم ان کے متعلقہ اداروں کے بھی شکرگزار ہیں۔ ہم ان سبھی اداروں اور تنظیموں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے وسائل، ماٰخذ اور عملے کی فراہمی میں فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ ہم وزارت برائے فروغ انسانی وسائل، حکومتِ ہند کے شعبے برائے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کی جانب سے پروفیسر مرنال مری اور پروفیسر جی۔ پی۔ دیش پانڈے کی سربراہی میں تشکیل شدہ نگراں کمیٹی (مانیٹرنگ کمیٹی) کے اراکین کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت اور تعاون ہمیں دیا۔ باضابطہ اصلاح اور اپنی اشاعت کے معیار کو مسلسل بہتر بنانے کے مقصد کی پابند ایک تنظیم کے طور پر این سی ای آر ٹی تمام مشوروں اور آرا کا خیرمقدم کرتی ہے تاکہ کتاب کو مزید غوروفکر کے بعد اور زیادہ کارآمد اور بامعنی بنایا جاسکے۔

نئی دہلی

دسمبر 2006

ڈائریکٹر

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

# اس کتاب کے بارے میں

کونسل کے ذریعے پیش کی جانے والی یہ نئی درسی کتاب 'اپنی زبان' ساتویں جماعت کے طالب علموں کو مادری زبان کے طور پر اردو پڑھانے کے لیے ہے۔ اس کا خاص مقصد طلبا کو زبان سے واقف کرانا اور مختلف قسم کی معلومات فراہم کرانا ہے۔ اس کتاب میں نثری اور شعری انتخابات میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ طلبا میں آزادانہ غور و فکر کی عادت پیدا ہو۔ طلبا کی عمر، ان کی نفسیات، دلچسپی اور ان کے درجۂ استعداد کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

دورِ حاضر کی تعلیمی ضروریات کے علاوہ قومی، سماجی اور اخلاقی اقدار پر توجہ ضروری ہے۔ اسی لیے مضامین کے علاوہ کہانیاں، نظمیں، تحریریں بھی اِس کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔ ہر سبق کے بعد مشقوں کو ترتیب دیتے وقت تعمیری رویّے (Constructive approach) کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مشقیں اس طرح وضع کی گئی ہیں کہ طلبا کے ذہن میں نئے الفاظ کے ساتھ ساتھ ان کے مطالب اور مفاہیم بھی جگہ بنا لیں۔ غور کرنے کی بات اور عملی کام کے تحت طلبا کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عملی قواعد کا مقصد یہ ہے کہ زبان سے متعلق نئے نکات بتدریج سامنے آتے رہیں، صرف و نحو کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے اور معیاری اردو سمجھنے، بولنے اور لکھنے کی عادت مستحکم ہوتی جائے۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ ہندوستان کی لسانی تکثیر اور ہندوستانی سماج اور ہندوستانی تہذیب کا مکمل عکس بھی ابھر کر سامنے آ جائے۔ قومی ثقافتی ورثے، ہندوستانی آئین کے مزاج، مشترکہ اقدار اور ماحولیات سے بھی طلبا کو واقف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

طلبا پر نصاب کا بوجھ زیادہ نہ ہو، اس لیے کتاب کی ضخامت کم رکھی گئی ہے۔ کتاب کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو اردو اساتذہ، ماہرین اور ایک خصوصی صلاح کار پر مشتمل تھی۔ ان سبھی کے اشتراک و تعاون سے اس کتاب کو آخری شکل دی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مطلوبہ معیار کے مطابق طلبا صحیح اردو لکھنا پڑھنا سیکھ سکیں گے اور اپنے ادب سے بھی روشناس ہو سکیں گے۔ یہی نہیں، بلکہ وہ اردو کی بعض دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنے میں بھی دلچسپی لیں گے۔ اساتذہ سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے متعلق اپنے عملی اور تدریسی تجربات کی روشنی میں ہمیں اپنے مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ اس کتاب کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔

# بھارت کا آئین

## تمہید

هَم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بَھارَت کو ایک مقتَدر، سمَاج وَادی، غیَر مَذهَبی عَوامی جَمهُوریَه بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

---

1۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''مقتدر عوامی جمہوریہ'' کی جگہ (3-1-1977 سے)
2۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''قوم کے اتحاد'' کی جگہ (3-1-1977 سے)

# کمیٹی برائے درسی کتاب

## چیئر مین، مشاورتی کمیٹی برائے زبان

نامور سنگھ، پروفیسر ایمرٹس، جواہرلعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

## خصوصی صلاح کار

شمیم حنفی، ریٹائرڈ پروفیسر، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

## چیف کوآرڈی نیٹر

رام جنم شرما، سابق پروفیسر اور ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگوئیجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

## اراکین

**احمد محفوظ**، ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

**خالد اشرف**، ایسو سی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو، کروڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

**خالد جاوید**، اسسٹینٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

**خالد محمود**، پروفیسر (ریٹائرڈ)، شعبۂ اردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

**زبیدہ حبیب**، ایسو سی ایٹ پروفیسر (ریٹائرڈ)، ٹی ٹی آئی کالج، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

**شگفتہ بیگم**، پی جی ٹی اردو، جامعہ سینئیر سیکنڈری اسکول، سیکنڈ شفٹ، نئی دہلی

**شیخ عبدالحمید**، سینئیر لیکچرر، شعبۂ اردو، ایف اے اے گورنمنٹ پی جی کالج، محمود آباد، ضلع سیتاپور، یو پی

**مجتبیٰ حسین**، ریٹائرڈ ایڈیٹر، این سی ای آر ٹی، مافارر تیجینسی، اے سی گارڈ، حیدرآباد، آندھر پردیش

**محمد عارف عثمانی**، ٹی جی ٹی (ریٹائرڈ) اردو، اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی

**محمد علیم الدین**، پی جی ٹی (ریٹائرڈ) اردو، اینگلو عربک سینئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی

**محمد فاضل**، اردو ٹیچر، دہلی پبلک اسکول، بلند شہر، یو پی

**محمد کلیم ضیا**، ریڈر اور صدر شعبۂ اردو، اسمٰعیل یوسف کالج آف آرٹس اینڈ کامرس، ممبئی، مہاراشٹر

## ممبر کوآرڈی نیٹر

**چمن آرا خاں**، اسسٹینٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

# اظہارِ تشکر

اس کتاب میں شفیع الدین نیّر، سعادت نظیر اور جاں نثار اختر کی نظمیں، ڈاکٹر ذاکر حسین اور اطہر پرویز کی کہانیاں شامل ہیں، کونسل ان سبھی کی شکرگزار ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں کاپی ایڈیٹر ڈاکٹر ارشاد نیّر، پروف ریڈر شبنم ناز اور ڈی ٹی پی آپریٹرز نرگس اسلام، سنجید احمد اور شمائلہ فاطمہ اور کمپیوٹر اسٹیشن انچارج پرش رام کوشک نے حصّہ لیا، کونسل ان سبھی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

# بھارت کا آئین

حصہ III (دفعہ 12 سے 35)

(بعض شرائط، چند مستثنات اور واجب پابندیوں کے ساتھ)

## بنیادی حقوق

کے ذریعہ منظور شدہ

### حق مساوات

- قانون کی نظر میں اور قوانین کا مساویانہ تحفظ
- مذہب، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر عوامی جگہوں پر مملکت کے زیر انتظام
- سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع
- چھوت چھات اور خطابات کا خاتمہ

### حق آزادی

- اظہار خیال، مجلس، انجمن، تحریک، بودوباش اور پیشے کا
- سزا کے جرم سے متعلق بعض تحفظات کا
- زندگی اور شخصی آزادی کے تحفظ کا
- 6 سے 14 سال کی عمر کے بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کا
- گرفتاری اور نظر بندی سے متعلق بعض معاملات کے خلاف تحفظ کا

### استحصال کے خلاف حق

- انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت کے لیے
- بچوں کو خطرناک کام پر مامور کرنے کی ممانعت کے لیے

### مذہب کی آزادی کا حق

- آزادی ضمیر اور قبولِ مذہب اور اس کی پیروی اور تبلیغ
- مذہبی امور کے انتظام کی آزادی
- کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کی آزادی
- کلی طور سے مملکت کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم یا مذہبی عبادت کی آزادی

### ثقافتی اور تعلیمی حقوق

- اقلیتوں کی اپنی زبان، رسم خط یا ثقافت کے مفادات کا تحفظ
- اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیمی ادارے کے قیام اور ان کے انتظام کا حق

### قانونی چارہ جوئی کا حق

- سپریم کورٹ یا کورٹ کی جانب سے ہدایات، احکام یا رٹ کے اجرا کو تبدیل کرانے کا حق

# ترتیب


| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | پیش لفظ | | | iii |
| | اس کتاب کے بارے میں | | | v |
| .1 | میرا وطن | (نظم) | شفیع الدین نیّر | 1 |
| .2 | اعتبار | | سدرشن | 7 |
| .3 | پھول والوں کی سیر | | | 15 |
| .4 | گرمی کا موسم | (نظم) | اسمٰعیل میرٹھی | 23 |
| .5 | فلسفی نوکر | | | 27 |
| .6 | بی امّاں | | | 35 |
| .7 | بہار | (نظم) | افسر میرٹھی | 41 |
| .8 | چھدّو | | ڈاکٹر ذاکر حسین | 45 |
| .9 | سالم علی | | | 57 |
| .10 | برسات کی بہاریں | (نظم) | نظیر اکبرآبادی | 63 |
| .11 | پتھر کا سوٗپ | | اطہر پرویز | 69 |
| .12 | حسرت موہانی | | | 79 |
| .13 | صبح کے نظارے | (نظم) | سعادت نظیر | 87 |
| .14 | مولانا ابوالکلام آزاد | | | 93 |
| .15 | دو گز زمین | | ٹالسٹائی | 101 |

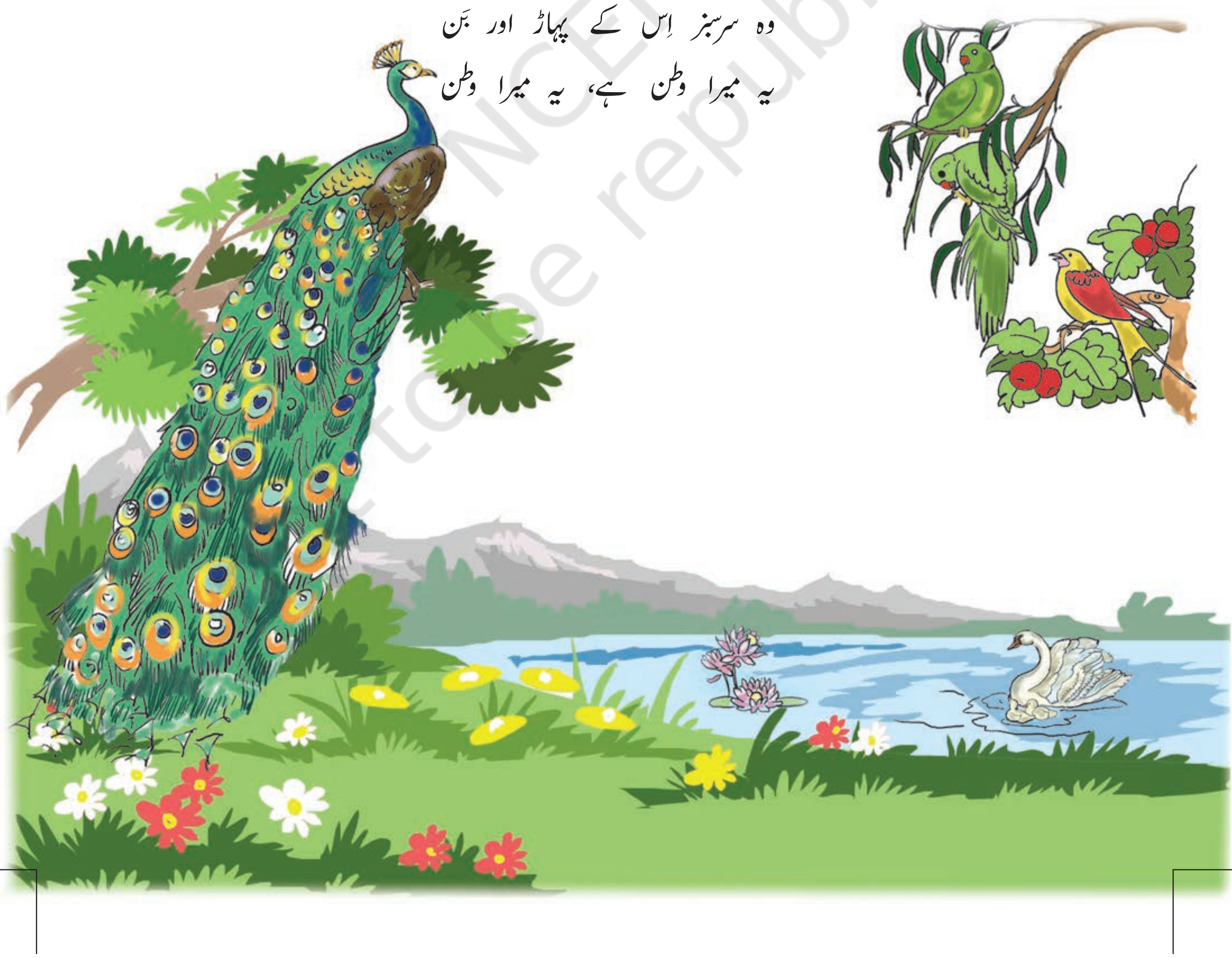
| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 16. | ایک مکڑا اور مکھّی | (نظم) | اقبالؔ | 113 |
| 17. | خلا باز خواتین | | | 119 |
| 18. | آدی باسی | | | 125 |
| 19. | ہماری تاریخ | (نظم) | جاں نثار اخترؔ | 133 |
| 20. | اولمپک کھیل | | | 137 |
| 21. | خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ | | | 145 |

4713CH01

# میرا وطن



یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن
وہ چڑیا، وہ طوطا، وہ مینا، وہ مور     وہ کوئل، وہ بلبل، وہ قُمری، چکور
وہ جھیلوں کی لہریں، وہ دریا کا زور     وہ جھرنوں کا گرنا، وہ پانی کا شور
وہ سرسبز اِس کے پہاڑ اور بَن
یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن



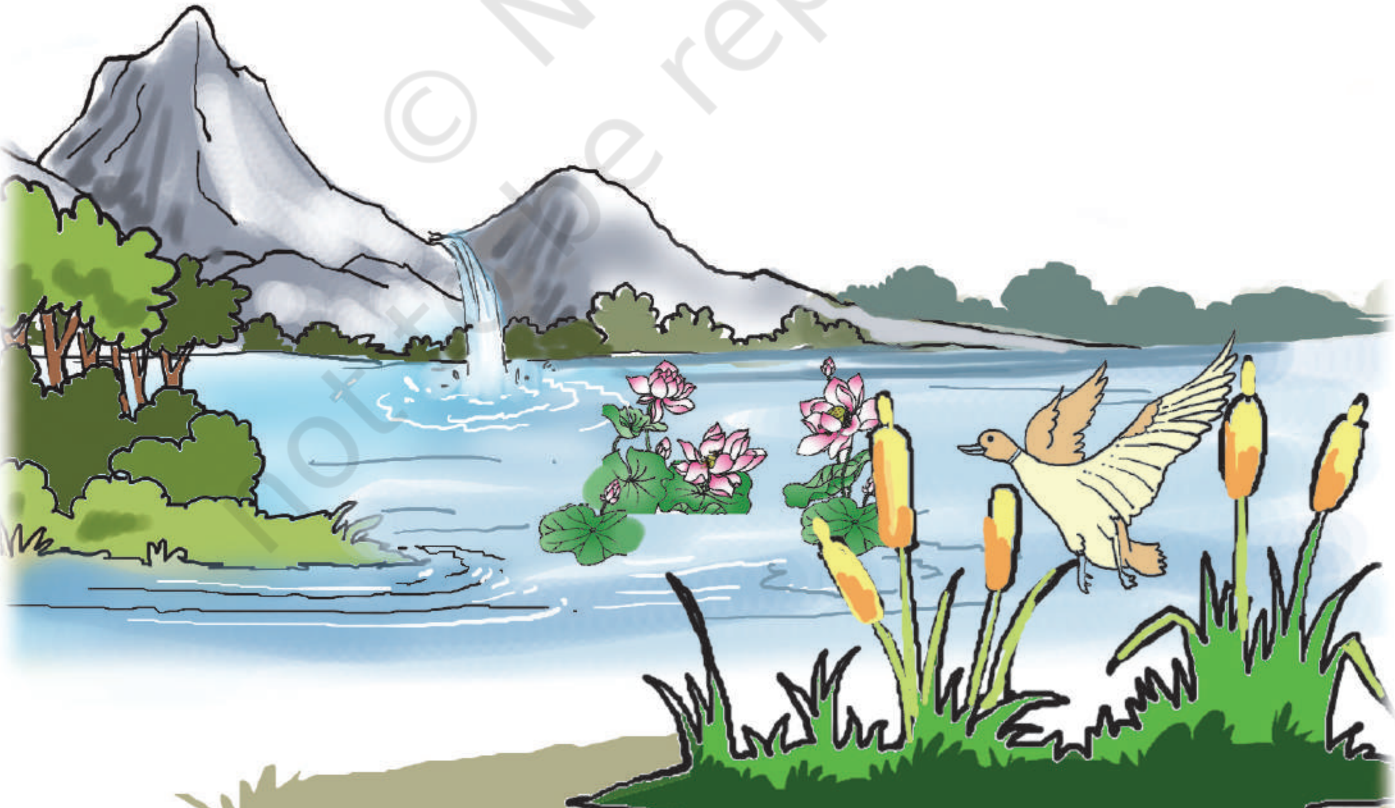
وہ غلّے، وہ میوے وہ ترکاریاں　　وہ خوش‌رنگ پھولوں کی گُل‌کاریاں
وہ سرسبز باغوں کی پھلواریاں　　وہ سیراب اور خوش‌نما کیاریاں
زمینیں وہ زرخیز دلکش چمن
یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن





پہاڑوں کا منظر بنوں کا سماں    ہیں ان میں ہزاروں ہی چشمے رواں
کہاں تک بیاں اس کی ہوں خوبیاں    ہے فردوس کا اس چمن پر گماں
یہ باغِ ارم ہے یہ باغِ عدن
یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن

شفیع الدین نیّر



# معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| قُمری | : | فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ (اس کی آواز نہایت گونج دار ہوتی ہے) |
| چکور | : | تیتر کی قسم کا ایک پرندہ، اسے چاند کا عاشق بھی کہتے ہیں |
| بَن | : | جنگل |
| سرسبز | : | ہرا بھرا، تروتازہ |
| غلّے | : | اناج |
| میوے | : | خشک پھل، بادام، اخروٹ اور کشمش وغیرہ |
| ترکاریاں | : | سبزیاں |
| گُل کاریاں | : | نقّاشی کرنا، گُل بوٗٹے بنانا، پھول تراشنا |
| سیراب | : | پانی سے بھرا ہوا، تروتازہ |
| زرخیز | : | جس زمین میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے، اپجاؤ |
| چشمہ | : | زمین سے ابلتا ہوا پانی یا سوتا |
| رَواں | : | بہتا ہوا |
| فردوس | : | جنّت، بہشت |
| گماں | : | شک، شبہ، وہم |
| دِلکش | : | دل پسند، دل کو لبھانے والا |
| باغِ ارم | : | جنّت کا باغ |
| باغِ عدن | : | جنّت کا وہ باغ جس میں حضرت آدمؑ کو رکھا گیا تھا |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. شاعر نے نظم میں کن کن پرندوں کا ذکر کیا ہے؟
2. دلکش چمن کس کو کہا گیا ہے؟
3. "ہے فردوس کا اس چمن پر گماں" اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟
4. اس نظم میں ہمارے وطن کی کیا کیا خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟
5. اس نظم کے شاعر کا نام لکھیے۔
6. شاعر اس نظم میں کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

دریا پہاڑ وطن منظر چمن سماں

## املا درست کیجیے۔

ترقاریاں باگوں منضر وتن صرسبز

## مصرعے مکمّل کیجیے۔

(i) وہ چڑیا، وہ طوطا ________________ (ii) ________________ وہ قُمری ، چکور

(iii) وہ سرسبز اس کے ________________ (iv) ________________ یہ میرا وطن

## واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنایئے۔

چڑیا بلبل جھیل دریا جھرنوں پہاڑ میوے

ترکاریاں باغ پھلواری کیاری منظر چشمہ خوبیاں

## مصرعوں کو صحیح ترتیب سے لکھ کر شعر مکمّل کیجیے۔

| | |
|---|---|
| وہ غلّے، وہ میوے وہ ترکاریاں | وہ سیراب اور خوش نما کیاریاں |
| کہاں تک بیاں اس کی ہوں خوبیاں | وہ جھرنوں کا گرنا، وہ پانی کا شور |
| وہ سرسبز باغوں کی پھلواریاں | ہے فردوس کا اس چمن پر گماں |
| وہ جھیلوں کی لہریں، وہ دریا کا زور | وہ خوش رنگ پھولوں کی گُل کاریاں |

## عملی کام

- اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

## غور کرنے کی بات

- اس نظم میں 'میرا وطن' کے عنوان سے وطن کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔
- اس نظم میں ہمارے ملک کی خوبیاں مختصر طور پر بیان کی گئی ہیں۔
- ہمارے وطن کی محبت اور وطن دوستی کے جذبے کو نظم میں ابھارا گیا ہے۔

4713CH02

# اعتبار

ماں کو اپنے بیٹے اور زمیندار کو اپنے لہلہاتے ہوئے سرسبز و شاداب کھیت دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے وہی خوشی بابا بھارتی کو اپنا گھوڑا دیکھ کر ہوتی تھی۔ یہ گھوڑا بڑا خوبصورت تھا۔ اس کے مقابلے کا گھوڑا سارے علاقے میں نہ تھا۔ بابا بھارتی اسے سلطان کہہ کر بلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کھریرا کرتے، اپنے ہاتھ سے دانہ کھلاتے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے۔ سلطان سے جدائی کا خیال بھی اُن کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ ان کو وہم ہوگیا تھا کہ ''میں اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا''۔ وہ اس کی چال پر فریفتہ تھے۔ کہتے: ''اس طرح چلتا ہے جیسے طاؤس اودی اودی گھٹاؤں کو دیکھ کر ناچ رہا ہو''۔ گاؤں کے لوگ اس محبّت پر حیران تھے۔ بعض وقت کنکھیوں سے اشارے بھی کرتے تھے، مگر بابا بھارتی کو اس کی پروا نہ تھی۔ جب تک شام کو وہ سلطان پر سوار ہوکر آٹھ دس میل کا چکّر نہ لگاتے انھیں چین نہ آتا۔

کھڑک سنگھ اس علاقے کا مشہور ڈاکو تھا۔ لوگ اس کا نام سُن کر تھرّاتے تھے۔ ہوتے ہوتے سلطان کی شہرت اُس



کے بھی کانوں تک پہنچی۔ شوق نے دل میں چٹکی لی۔ ایک دن دو پہر کے وقت بابا بھارتی کے پاس پہنچا اور نمسکار کر کے کھڑا ہو گیا۔

بابا بھارتی نے پوچھا: ''کلھن ! کیا حال ہے؟''

کلھن نے سر جھکا کر جواب دیا: ''آپ کی مہربانی ہے۔''

''کہو، اِدھر کیسے آ گئے؟''

''سلطان کی شہرت کھینچ لائی ہے۔''

''عجیب جانور ہے، خوش ہو جاؤ گے۔''

''میں نے بڑی تعریف سنی ہے۔''

''اس کی چال تمہارا دل موہ لے گی۔''

''کہتے ہیں شکل بھی بڑی خوبصورت ہے۔''

''کیا کہنے! جو اسے ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے، اس کے دل پر اس کی صورت نقش ہو جاتی ہے۔''

''مدّت سے ترس رہا تھا، آج حاضر ہوا ہوں۔''

بابا اور کلھن دونوں اصطبل میں پہنچے۔ بابا نے بڑے غرور سے گھوڑا دکھایا۔ کلھن نے حیرت سے گھوڑے کو دیکھا۔ اس نے ہزاروں گھوڑے دیکھے تھے، لیکن ایسا بانکا گھوڑا اس کی نگاہ سے آج تک نہ گزرا تھا۔ سوچنے لگا قسمت کی بات ہے۔ ایسا گھوڑا میرے پاس ہونا چاہیے تھا۔ اس فقیر کو ایسی چیزوں سے کیا نسبت۔ اس کی چال دیکھ کر کلھن کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ وہ ڈاکو تھا۔ اس کے پاس طاقت تھی۔

اس نے کہا: ''بابا صاحب! اس گھوڑے کو تو میرے پاس ہونا چاہیے تھا۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

بابا خوف زدہ ہو گئے۔ اب انھیں رات کو نیند نہ آتی تھی۔ ساری ساری رات اصطبل کی خبر گیری میں کٹنے لگی۔ ہر وقت کلھن کا خطرہ لگا رہتا تھا، مگر کئی مہینے گزر گئے اور وہ نہ آیا۔ یہاں تک کہ بابا بھارتی کسی حد تک

بے پروا ہو گئے۔

شام کا وقت تھا۔ بابا بھارتی سلطان کی پیٹھ پر سوار ہوکر سیر کو جارہے تھے۔ یکا یک ایک طرف سے آواز آئی :

''او بابا! ذرا اِک محتاج کی بات سنتے جاؤ۔''

آواز میں رقّت تھی۔ بابا نے گھوڑا روک لیا۔ دیکھا تو ایک اپاہج درخت کے سائے تلے پڑا کراہ رہا تھا۔ بابا بھارتی کا دل پسیج گیا، بولے: '' کیوں، تمھیں کیا تکلیف ہے؟''

اپاہج نے ہاتھ باندھ کر کہا: ''بابا! میں دکھی ہوں، مجھ پر مہربانی کرو۔ راما والا یہاں سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے۔ گھوڑے پر چڑھالو۔ پر ماتما تمھارا بھلا کرے گا۔''

''وہاں تمھارا کون ہے؟'' بابا نے پوچھا۔

''درگا دت حکیم کا نام آپ نے سنا ہوگا، میں ان کا سوتیلا بھائی ہوں۔''



بابا بھارتی نے گھوڑے سے اتر کر اپاہج کو گھوڑے پر سوار کیا اور خود اس کی لگام پکڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ اچانک انھیں ایک جھٹکا سا محسوس ہوا اور لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ایک اپاہج گھوڑے کی پیٹھ پر تن کر بیٹھا اسے دوڑائے لیے جا رہا ہے تو ان کی حیرت کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ ان کے منھ سے چیخ نکل گئی۔ یہ اپاہج کلہن ڈاکو تھا۔

بابا بھارتی کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد پوری قوت سے چلّا کر کہا: ''ذرا ٹھہرو!—''

کلہن نے یہ آواز سن کر گھوڑا روک لیا اور اس کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا: ''بابا صاحب! یہ گھوڑا اب نہ دوں گا۔''

بابا بھارتی نے قریب آ کر کہا ''یہ گھوڑا تمھیں مبارک ہو۔ میں تمھیں اس کی واپسی کے لیے نہیں کہتا، مگر کلہن تم سے صرف ایک درخواست کرتا ہوں، اسے ردّ نہ کرنا ورنہ میرے دل کو سخت صدمہ پہنچے گا۔''

''بابا، حکم دیجیے! میں آپ کا غلام ہوں، صرف یہ گھوڑا نہ دوں گا۔''

''اب گھوڑے کا نام نہ لو۔ میں تمھیں اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا۔ میری درخواست صرف یہ ہے کہ اس واقعے کا ذکر نہ ہونے پائے۔''

کلہن کا منھ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اسے خیال تھا کہ بابا بھارتی اس چوری کی اطلاع پولس میں دے کر مجھے گرفتار کرا دیں گے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے اس گھوڑے کو لے کر روپوش ہو جانا چاہیے۔ اس نے بابا بھارتی کے چہرے پر اپنی آنکھیں گاڑیں اور پوچھا: ''بابا صاحب! اس میں آپ کو کیا خطرہ ہے؟''

بابا بھارتی نے جواب دیا: ''لوگوں کو اگر اس واقعے کا علم ہو گیا تو وہ کسی غریب پر اعتبار نہ کریں گے۔''

اور یہ کہتے کہتے انھوں نے سلطان کی طرف سے اس طرح منھ موڑ لیا جیسے ان کا اس سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بابا بھارتی تو چلے گئے مگر ان کا فقرہ کلہن کے کانوں میں اب تک گونج رہا تھا۔ سوچتا تھا بابا بھارتی کا خیال کتنا اونچا ہے۔ اگرچہ بابا صاحب کو اس گھوڑے سے عشق تھا، مگر آج ان کے چہرے پر ذرا بھی ملال نہ تھا۔ انھیں صرف یہ

خیال ستا رہا تھا کہ کہیں لوگ غریبوں پر اعتبار کرنا نہ چھوڑ دیں۔ انھوں نے اپنے ذاتی نقصان کو انسانیت کے نقصان پر قربان کر دیا۔ ایسا آدمی آدمی نہیں فرشتہ ہے۔

رات کی تاریکی میں کلہن بابا بھارتی کے گھر پہنچا۔ چاروں طرف سنّاٹا تھا۔ آسمان پر تارے ٹمٹمارہے تھے۔ کلہن سلطان کی لگام پکڑے آہستہ آہستہ اصطبل کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ کھلا تھا۔ کبھی وہاں بابا بھارتی لاٹھی لے کر پہرہ دیتے تھے۔ کلہن نے آگے بڑھ کر سلطان کو اس کی جگہ پر باندھ دیا اور باہر نکل کر دروازہ احتیاط سے بند کر دیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

صبح ہوتے ہی بابا بھارتی نے اپنے کمرے سے نکل کر سرد پانی سے غسل کیا۔ اس کے بعد ان کے پاؤں اصطبل کی طرف اس طرح بڑھے جیسے کوئی خواب میں چل رہا ہو مگر دروازے پر پہنچتے ہی وہ چونک پڑے۔ انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اب گھوڑا وہاں کہاں تھا۔

گھوڑے نے اپنے مالک کے قدموں کی چاپ کو پہچان لیا اور زور سے ہنہنایا۔ بابا بھارتی دوڑتے ہوئے اصطبل کے اندر چلے گئے اور اپنے گھوڑے کے گلے سے لپٹ کر اس طرح رونے لگے جیسے بچھڑا ہوا باپ مدّت کے بعد بیٹے سے مل کر روتا ہے۔ بار بار اس کی گردن پر ہاتھ پھیرتے اور کہتے تھے: ''اب کوئی غریبوں کی مدد کرنے سے انکار نہ کرے گا۔''

سدرشن

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| کھریرا | : | گھوڑے کے جسم کی صفائی کے لیے ایک طرح کا برش |
| فریفتہ | : | عاشق |
| طاؤس | : | مور |

| | | |
|---|---|---|
| کنکھیوں سے دیکھنا | : | نظریں بچا کر دیکھنا |
| دل موہ لینا (محاورہ) | : | دِل لبھانا |
| صورت نقش ہو جانا | : | صورت کا دل میں بیٹھ جانا |
| اصطبل | : | گھوڑے باندھنے کی جگہ |
| بانکا | : | البیلا، سجیلا |
| نسبت | : | تعلق |
| اودی | : | گہرے بینگنی رنگ کی |
| سینے پر سانپ لوٹنا (محاورہ) | : | حسد کرنا، کسی کی بڑائی برداشت نہ کرنا |
| خبر گیری | : | خبر رکھنا، دیکھ بھال |
| محتاج | : | ضرورت مند، حاجت مند |
| دل پسیجنا (محاورہ) | : | دل نرم ہونا، ترس کھانا |
| اپاہج | : | جسمانی طور پر معذور |
| منھ کھلا رہ جانا (محاورہ) | : | حیران رہ جانا، تعجب میں پڑنا |
| روپوش | : | غائب |
| ملال | : | افسوس، رنج |
| چاپ | : | قدموں کی آہٹ |
| آواز میں رقّت | : | رونے کی سی آواز، روہانسی آواز، درد بھری آواز |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. بابا بھارتی اپنا گھوڑا دیکھ کر کیوں خوش ہوتے تھے؟
2. بابا بھارتی کے گھوڑے کی چال کیسی تھی؟

3. کلہن کون تھا اور بابا اس سے خوف زدہ کیوں رہتے تھے؟
4. بابا بھارتی کا گھوڑا دیکھ کر کلہن کے سینے پر سانپ کیوں لوٹ گیا؟
5. اپاہج بن کر بابا بھارتی سے کس نے مدد مانگی؟
6. بابا بھارتی نے کلہن سے کیا درخواست کی؟
7. بابا بھارتی نے کلہن سے کیوں کہا کہ اس واقعے کا ذکر کسی سے نہ کرنا؟
8. کلہن نے بابا بھارتی کے بارے میں کیا سوچ کر گھوڑا ان کے اصطبل میں باندھ دیا؟
9. اپنے گھوڑے کو واپس پا کر بابا بھارتی نے کیا کہا؟

## صحیح جملوں پر صحیح (✓) اور غلط پر غلط (×) کا نشان لگائیے۔

1. کلہن اپنے علاقے کا ایک شریف انسان تھا۔ ( )
2. جو بھی بابا کے گھوڑے کو ایک بار دیکھ لیتا اس کے دل پر اس کی صورت نقش ہو جاتی تھی۔ ( )
3. بابا بھارتی کا گھوڑا اس طرح چلتا تھا جیسے طاؤس اودی اودی گھٹاؤں کو دیکھ کر ناچ رہا ہو۔ ( )
4. ایک اپاہج درخت کے سائے تلے پڑا آرام کر رہا تھا۔ ( )
5. لوگوں کو اگر اس واقعے کا علم ہو گیا تو ہر غریب پر اعتبار کرنے لگیں گے۔ ( )
6. بابا بھارتی کو ہر وقت کلہن کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ ( )
7. گھوڑے نے اپنے مالک کے قدموں کی چاپ کو نہیں پہچانا۔ ( )

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

لہلہانا فریفتہ خوف مہربانی قسمت

مدت بے پروا درخواست قوت احتیاط

## عملی کام

- خوف زدہ، خبر گیری، بے پروا اور روپوش مرکب الفاظ ہیں۔ مرکب سے مراد ایسا لفظ ہے جس میں ایک سے زیادہ لفظ اس طرح مل گئے ہوں یا ملا دیے گئے ہوں کہ ان سے ایک ہی معنی لیے جاتے ہوں۔ اس طرح آپ بھی پانچ نئے لفظ بنائیے۔

## غور کیجیے اور لکھیے۔

| | | |
|---|---|---|
| بابا بھارتی | دہلی | گنگا |
| لڑکا | گھوڑا | دریا |
| روشنی | خوشی | غصّہ |

- پہلی قسم کے نام خاص ہیں یہ کسی خاص آدمی یا کسی شہر یا کسی خاص دریا کے لیے استعمال ہوئے ہیں انھیں اسم خاص یا اسم معرفہ کہتے ہیں۔
- دوسری قسم کے نام عام ہیں کہ کوئی بھی لڑکا یا کوئی بھی گھوڑا کوئی بھی دریا ہوسکتا ہے انھیں اسمِ عام یا اسم نکرہ کہتے ہیں۔
- تیسری قسم کے نام کسی خاص حالت یا کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ انھیں اسم کیفیت کہتے ہیں۔

آپ بھی ان تینوں قسموں کے اسم تین تین سوچ کر لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- پنڈت سدرشن اردو کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ انھوں نے کئی دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں لکھی ہیں۔
- کاھن ڈاکو بابا بھارتی کے گھوڑے کو دھوکے سے حاصل تو کر لیتا ہے لیکن وہ بابا بھارتی کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر گھوڑے کو لوٹا دیتا ہے۔
- ہمیں یہ غور کرنا چاہیے کہ اچھے کردار کے اثر سے برے لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں اور وہ اچھا عمل کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

4713CH03

# پھول والوں کی سیر

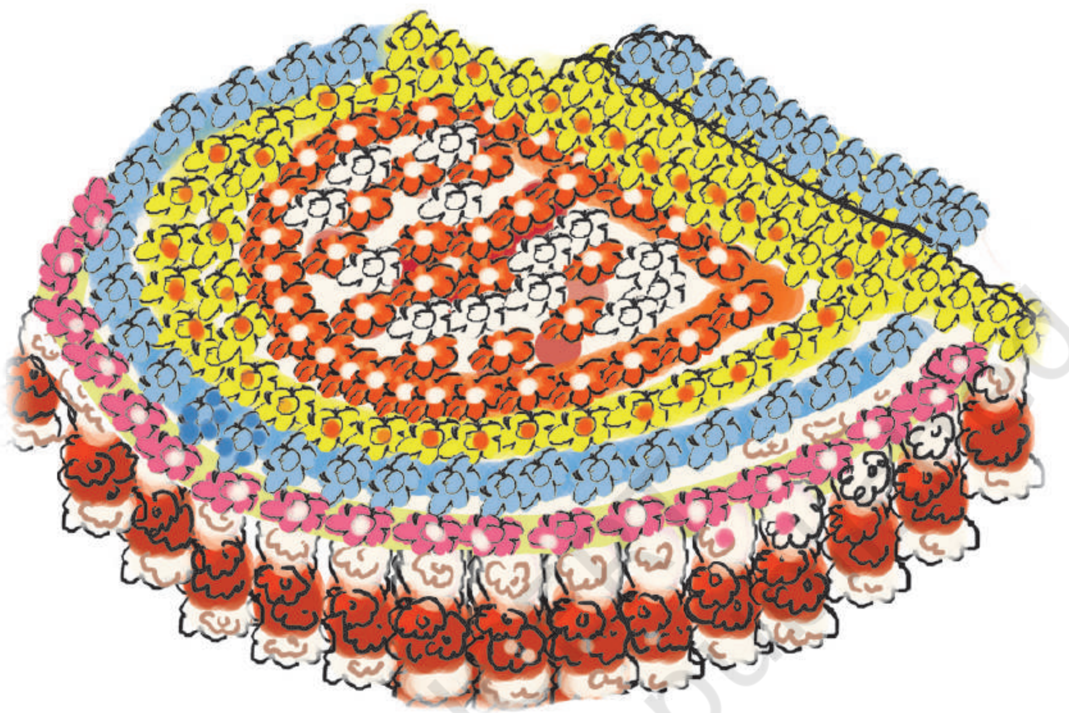
ہمارے ملک ہندوستان میں الگ الگ مذہبوں کے ماننے والے رہتے ہیں۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سبھی لوگ اپنے اپنے مذہبی تہوار جیسے دیوالی، عید، گرو پرب اور کرسمس بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ اگر ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور ہندو مسلم بھائی چارے کو کسی تہوار کی شکل میں دیکھنا ہو تو دہلی کے مشہور میلے پھول والوں کی سیر کا میلہ دیکھنا چاہیے۔ یہ دلّی کا سب سے مشہور میلہ ہے۔

اس میلے یا تہوار کی ابتدا تقریباً ڈھائی سو سال پہلے مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ہوئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز ہندوستان کی حکومت میں دخل دینے لگے تھے۔ انگریز ہمارے ملک میں تجارت کی غرض سے آئے تھے، لیکن یہاں آکر انھوں نے ہندوستان کے لوگوں میں پھوٹ ڈالی اور انھیں آپس میں لڑا کر کمزور کیا پھر بہت سے علاقوں پر قابض ہو گئے۔

ایک دن مغل شہزادے مرزا جہانگیر نے ایک انگریز پر گولی چلا دی۔ ریزیڈنٹ انگریز افسر ہوتا تھا جو بادشاہ کے درباری کاموں میں دخل دے سکتا تھا۔ سزا کے طور پر انگریزوں نے شہزادے کو الہ آباد میں قید کر دیا۔

بے چارہ بادشاہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ یہ زمانہ انیسویں صدی کے شروع کا تھا۔ اس وقت اکبر شاہ ثانی حکمراں تھے۔ جب مرزا جہانگیر قید سے رہا ہو کر دہلی آئے تو ان کی والدہ نے بڑی دھوم دھام سے مہرولی میں مشہور بزرگ خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔ شہر کے پھول والوں نے جو سنہری چادر بنائی تھی، اس میں پھولوں کا پنکھا بھی لٹکا دیا۔ خوشی کے اس موقعے پر مہرولی میں ایک میلہ سا لگ گیا۔

بادشاہ کو یہ میلہ بہت پسند آیا اور تبھی سے ہر سال بھادوں کے شروع میں مہرولی کی درگاہ اور جوگ مایا کے مندر



میں پھولوں کے پنکھے چڑھائے جانے لگے۔ اس زمانے میں دہلی کی آبادی شاہجہاں آباد یعنی پرانی دہلی تک محدود تھی جسے شاہجہاں بادشاہ نے بسایا تھا۔ بادشاہ پھول والوں کی سیر کا اعلان کرتا تھا تو سارا شہر تیاریوں میں لگ جاتا۔ لوگ نئے نئے کپڑے سلواتے، کارخانہ دار پتی ڈال کر پیسے اکٹھے کرتے۔ مہرولی اس زمانے میں شہر سے بہت دور سمجھا جاتا تھا، وہاں جانے کے لیے رتھ، بیل گاڑی، گھوڑے اور پالکیاں استعمال کیے جاتے۔ غریب لوگ اپنا سامان گٹھری میں باندھ کر پیدل ہی مہرولی جاتے تھے۔ راستے میں طرح طرح کی دوکانیں لگتی تھیں۔ لوگ کھاتے پیتے، ہنستے گاتے مہرولی کی طرف چلتے جاتے تھے۔ کوئی گھوڑے پر سوار، کوئی پالکی پر لدا ہوا، کہار ہانپتے کانپتے بھاگ رہے ہیں۔ اس میلے میں صرف مرد ہی جاتے تھے، عورتیں شہر میں ہی رہتی تھیں۔ گھوڑوں کی سجاوٹ اور پالکیوں کی بناوٹ قابلِ دید ہوتی تھی۔ پھول والوں کی سیر کے موقعے پر دہلی کا شہر تقریباً خالی ہوجاتا تھا۔ مہرولی میں رئیس لوگ اپنے مکانوں اور حویلیوں میں ٹھہرتے، عام لوگ باغوں اور کھنڈروں میں ڈیرے ڈالتے تھے۔ بارش کا موسم باغوں

میں پیڑوں کا لہلہانا خوب لطف دیتا تھا، کڑھائیوں میں پکوان پک رہے ہیں، مہرولی کا بازار میووں، مٹھائیوں اور کھلونوں سے پٹا پڑا ہے۔ پوریوں، کچوریوں، کباب، پراٹھے، بریانی، مزعفر اور متنجن کی خوشبو سے گلی کوچے مہک رہے ہیں۔ بادشاہ، شہزادے اور شہزادیاں کئی دن تک مہرولی میں رہتے تھے۔ کُشتیاں دیکھتے، مرغے اور تیتر لڑاتے تھے۔ بادشاہ اور شہزادے شمسی تالاب کے آس پاس سیر کرتے۔

مہینے کی چودھویں رات کو مغرب کے بعد پھولوں کا بڑا خوب صورت پنکھا جوگ مایا مندر کے لیے اٹھتا تھا۔ راستے میں مشعل، لالٹین، فانوس اور دیوار گیری کی روشنی سے دن کا سا سماں ہوتا تھا۔ پنکھے کے آگے آگے ڈھول تاشے والے رنگ برنگی وردیاں اور گول ٹوپیاں پہنے زور وشور سے ڈھول تاشے بجا بجا کر آسمان سر پر اٹھا لیتے تھے۔



پہلوانوں کے اکھاڑے زور دکھاتے تھے۔ سقّے کٹورے بجا بجا کر پانی پلاتے جاتے۔ سب سے آخر میں پنکھا اور پھول والوں کا غول ہوتا تھا۔

پنکھا بہت بڑا ہوتا تھا اور بانس کی کھپچیّوں پر رنگ برنگی پنّیاں چڑھی ہوتیں' آئینے لگے ہوتے۔ رنگ برنگ کے پھولوں کی بہار کے ساتھ پنکھا ایک لمبے بانس پر لٹکا ہوتا تھا۔ پنکھے کا یہ جلوس شاہی دروازے کے سامنے پہنچتا۔ بادشاہ بارہ دری میں سے نظارہ کرتے۔ بیگمات چلمنوں کے پیچھے سے یہ تماشا دیکھتی رہتیں۔ بادشاہ سلامت باجے والوں، پہلوانوں اور پھول والوں کو انعام دیتے۔ یہاں سے آدھی رات کے قریب جوگ مایا مندر میں ہندو، مسلمان مل کر پنکھا چڑھاتے اور چاند کی روشنی میں تبرک پرساد لے کر واپس آتے۔ اگلے دن اسی دھوم دھام سے خواجہ بختیار کاکیؒ کی درگاہ پر پنکھا چڑھانے کی رسم دوہرائی جاتی۔ بادشاہ اور شہزادے دونوں پنکھے کے ساتھ ساتھ احترام سے چلتے تھے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں پھول والوں کی سیر کا میلہ اور زیادہ بارونق ہوگیا تھا کہ 1857 میں عوام نے انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ کچھ مہینے بعد یہ جنگ ناکام ہوئی اور دہلی برباد ہوگئی۔

جب مغلوں کی بادشاہت ہی مٹ گئی تو پھول والوں کی سیر کون کرتا۔ چنانچہ یہ میلہ بند ہوگیا۔ آزادی کے بعد ہندوستان کے ہر دل عزیز وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے ہندو مسلم بھائی چارے کے اس خوب صورت تہوار کو دوبارہ شروع کرایا۔ شاہی زمانے میں یہ میلہ برسات میں لگتا تھا۔ آج کل یہ اکتوبر کے مہینے میں ہوتا ہے۔ ان دنوں موسم گلابی ہوتا ہے اور ہر طرف ہریالی چھائی رہتی ہے۔

حالانکہ پھول والوں کی سیر میں پہلے جیسا جوش و خروش تو اب نہیں رہا ہے، لیکن حکومت نے ہندو مسلم بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے اس تہوار کو زندہ رکھا ہے۔ آج بھی ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی بڑی تعداد میں اس میلے میں شامل ہوتے ہیں۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| تاجر | : | بیوپاری |
| غرض | : | وجہ، سبب، کام |
| حکمراں | : | حکومت کرنے والا |
| بزرگ | : | اللہ کا نیک بندہ، بوڑھا شخص |
| چھپرکھٹ | : | پلنگ، سجی ہوئی چارپائی |
| بھادوں | : | ہندی مہینے کا نام، ہندی سال کا چھٹا مہینہ |
| درگاہ | : | کسی بزرگ کا مزار |
| پتی ڈالنا | : | چندہ جمع کرنا |
| قابلِ دید | : | دیکھنے کے لائق |
| حویلیاں | : | بڑے مکان |
| کھنڈر | : | ٹوٹی پھوٹی عمارت |
| ڈیرے ڈالنا | : | کسی جگہ ٹھہرنا |
| میوہ | : | پھل |
| متنجن | : | گوشت اور چاولوں سے تیار کیا جانے والا میٹھا پلاؤ |
| مزعفر | : | زعفران سے تیار کیا جانے والا زردہ |
| مشعلیں | : | چراغ |
| تاشے | : | باجے کا نام |
| آسماں سر پر اٹھانا | : | بہت شور مچانا |
| سقّے | : | پانی پلانے والے |
| فانوس | : | چراغ دان، مراد چراغ، شمع |

| | | |
|---|---|---|
| دیوار گیری | : | دیوار سے لٹکے ہوئے چراغ یا شمعیں |
| جلوس | : | بہت سارے لوگوں کا اکٹھا کسی مقام تک جانا |
| بارہ دری | : | بارہ دروازے والا محل |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. ہندوستان کے مذہبی تہوار کون کون سے ہیں؟
2. پھول والوں کی سیر کی کیا خاصیت ہے؟
3. انگریز ہندوستان میں کیوں آئے؟
4. پرانے زمانے میں کون کون سی سواریاں استعمال ہوتی تھیں؟
5. میلے کے اہتمام میں بادشاہ کیا کرتے تھے؟
6. جوگ مایا کا مندر اور خواجہ بختیار کاکیؒ کی درگاہ کہاں واقع ہیں؟
7. آخری مغل بادشاہ کا نام کیا تھا؟
8. آزادی کے بعد پھول والوں کی سیر کس نے شروع کرائی؟
9. پھول والوں کی سیر کا میلہ ہمارے لیے کیوں اہم ہے؟

## خالی جگہ کو صحیح لفظ سے بھریے۔

1. ________ کی سیر سبھی مذہب کے لوگ مناتے ہیں۔
2. انگریزوں نے ________ کو قید کر دیا۔
3. خواجہ ________ کا مزار مہرولی میں ہے۔
4. ________ پر بیٹھ کر لوگ مہرولی جاتے تھے۔
5. پھول والوں کی سیر ________ کے موسم میں ہوتا تھا۔

6. پھول والوں کی سیر مہینے کی ________ رات کو منایا جاتا تھا۔

7. پہلے دن پھولوں کا پنکھا ________ کے مندر پر چڑھایا جاتا تھا۔

8. دوسرے دن پھولوں کا پنکھا ________ کی درگاہ پر چڑھایا جاتا تھا۔

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

جوش وخروش     دخل     قید     دارالسلطنت     فروغ     احترام     غول     پرساد

## بلند آواز سے پڑھیے۔

بلاتکلّف     دارالسلطنت     مزعفر     تنجن     مشعلیں     فروغ

## واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے۔

مذاہب     علاقہ     انگریزوں     گاڑی     پنکھوں     پالکی     حویلی     کڑھائی

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

بادشاہ     قید     برباد     رونق     پسند

## عملی کام

- پھول والوں کی سیر اپنے لفظوں میں لکھیے۔
- کسی میلے کا آنکھوں دیکھا حال اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

## غور کرنے کی بات

- گنگا اور جمنا ہندوستان کی دو مشہور ندیاں ہیں جو الہ آباد کے مقام پر آپس میں ملتی ہیں۔ شہر الہ آباد پریاگ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو ہندوؤں کا مشہور تیرتھ استھان ہے۔
- مختلف زبانیں بولنے والے الگ الگ مذہبوں پر چلنے والے بھی گنگا جمنا کی طرح آپس میں مل کر رہتے ہیں، اسی لیے ان کے ملاپ کو گنگا جمنی ملاپ اور ان کی ملی جلی تہذیب کو گنگا جمنی تہذیب کہتے ہیں۔





# گرمی کا موسم

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ		بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا		ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا
چلی لؤ اور تڑاقے کی پڑی دھوپ		لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ
زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے		کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے

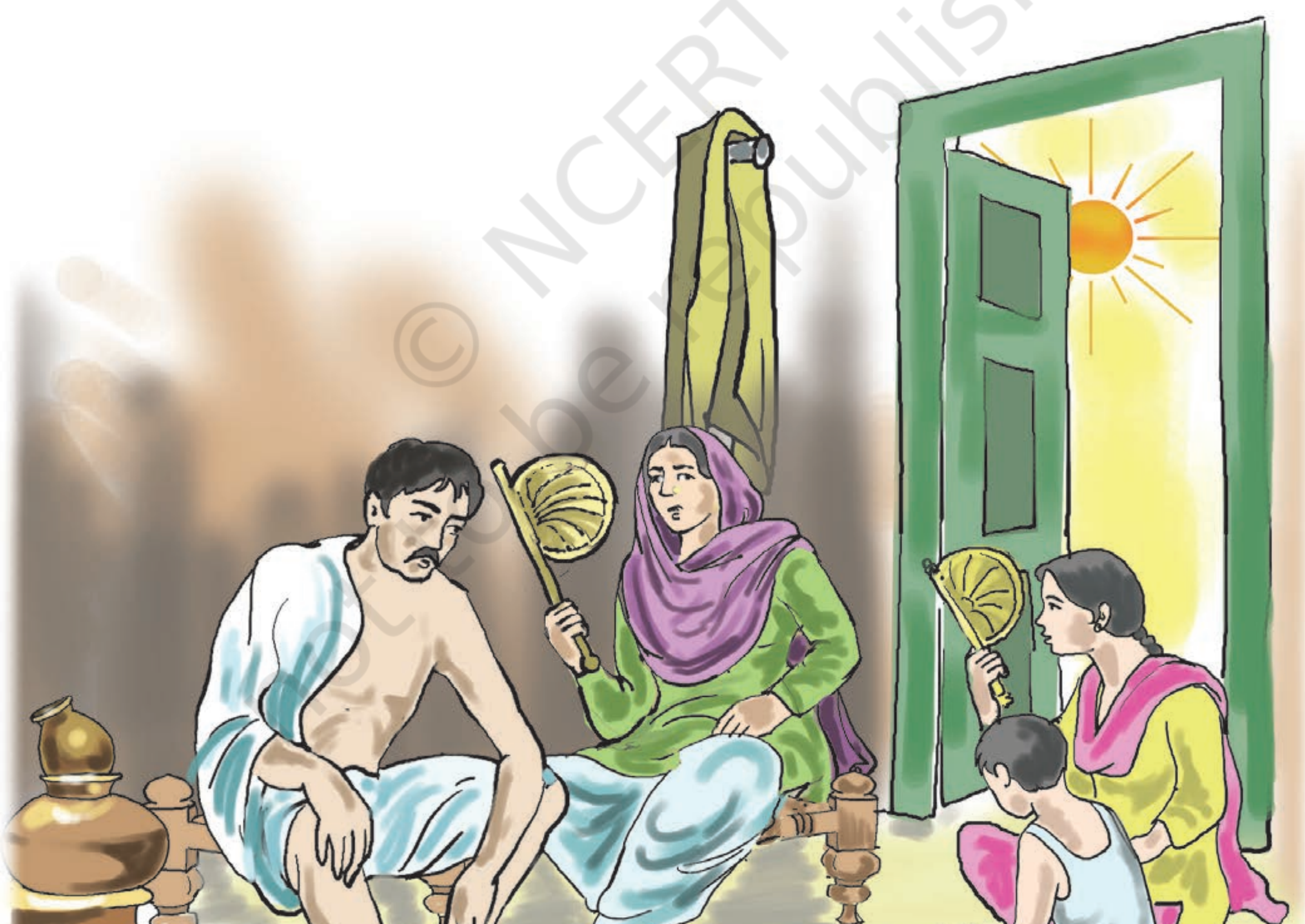




در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے　　　بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے
نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی　　　زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے نہ ٹٹّی ہے نہ کمرہ　　　ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

اسمٰعیلؔ میرٹھی



## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| پوشیدہ | : | چھپا ہوا |
| تڑاقے کی دھوپ | : | بہت تیز دھوپ، چٹخا دینے والی دھوپ |
| شعلہ | : | آگ کی لپٹ |
| پچھوا ہوا | : | پچھّم کی طرف سے چلنے والی ہوا، گرم ہوا |
| بنی آدم | : | آدم کی نسل |
| فرش | : | بچھونا، بستر |
| ثمرہ | : | پھل، حاصل |
| ٹٹّی | : | بانس یا سرکنڈوں کی بنی ہوئی آڑ جو بہ طور دیوار کھڑی کی گئی ہو |
| حویلی | : | بڑا سا مکان |
| اللہ بیلی | : | اللہ مالک، اللہ نگہبان |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. گرمی کا موسم کس مہینے سے شروع ہوتا ہے؟
2. دن کے کس حصّے میں گرمی کی شدّت زیادہ ہوتی ہے؟
3. لؤ کیسی ہوا کو کہتے ہیں؟
4. تڑاقے کی دھوپ سے کیا مراد ہے؟
5. 'مچھلی سے تڑپنے' کا کیا مطلب ہے؟
6. غریب لوگ گرمی میں کس طرح گذارا کرتے ہیں؟
7. پچھوا ہوا کو شعلہ کیوں کہا گیا ہے؟

## اشعار کو مکمل کیجیے۔

1. بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا ______________
2. ______________ کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے
3. نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی ______________
4. ______________ ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ
5. امیروں کو مبارک ہو حویلی ______________

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

لَپٹ ثمرہ محنت مبارک توا

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

پوشیدہ دھوپ شعلہ فرش غریب آسمان گرمی

## عملی کام

- اس نظم کو یاد کیجیے اور اس کا مطلب اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- دوپہر کے وقت بارہ بجے کے قریب جب سورج سر پر ہوتا ہے اور سب سے زیادہ گرمی بھی اسی وقت سورج سے نکلتی ہے، اُس وقت اگر کوئی کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہو تو اس کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا اس مصرعے میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا

4713CH05

# فلسفی نوکر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنے بہت پیارے اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر کسی شہر کی سرائے میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا نوکر بھی تھا۔ شام کے کھانے سے فارغ ہوکر سوتے وقت مالک نے اپنے نوکر سے کہا۔

''اے عزیز ناچیز! سننے میں آیا ہے کہ اس شہر کے چور بڑے بے درد اور چوری کرنے میں نہایت دلیر ہیں۔ سو تُو ایک کام کر۔ تُو شوق سے پاؤں پھیلا کر سو جا، میں اپنے اس قیمتی اور تیز رفتار گھوڑے کی خود نگرانی کروں گا۔''



اپنے آقا کی یہ بات سن کرنوکر نے جواب دیا۔

''اے میرے مالک !یہ تو نہایت بے ہودہ بات ہوگی کہ آقا تو تمام رات جاگے اور دو پیسے کا نوکر ساری رات آرام سے سوئے، نہ صاحب یہ نہیں ہوگا، آپ اطمینان سے آرام فرمایئے، اور آپ کا یہ ناچیز نوکر ساری رات جاگ کر گھوڑے کی نگرانی اور پاسبانی کرے گا۔گھوڑے کی طرف سے آپ اطمینان رکھیے۔''

نوکر کی یہ بات سن کر مالک کو اطمینان ہوا اور وہ آرام سے سوگیا۔ ایک پہر رات کے بعد آقا کی آنکھ کھلی تو



اس نے نوکر سے پوچھا۔

''کیوں بھئی ! کیا کر رہے ہو؟''

''میرے مالک !''نوکر نے جواب دیتے ہوئے کہا''اس وقت یہ غلام سوچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر کیوں ٹھہرا رکھا ہے؟''

نوکر کا یہ جواب سن کر مالک نے کہا۔

''اے بے خبر! مجھے ڈر ہے کہ تو یوں ہی واہی تباہی سوچتا رہا تو تیری اس بے خبری سے فائدہ اٹھا کر چور ہمارا مال اسباب نہ چرا لے جائیں۔''

نوکر نے جواب دیا۔

''اجی ان کی کیا مجال ہے۔آپ بے فکر رہیے اور اطمینان سے سو جائیے۔''

آقا بے چارہ یہ تسلّی آمیز بات سن کر پھر سو گیا۔آدھی رات کے بعد پھر اس کی آنکھ کھلی اور پوچھا۔

''اے باخبر !اب کس فکر میں ہے؟''

نوکر نے جواب دیا۔

''اے خداوند !اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے یہ لمبا چوڑا اور بے کنار آسمان بغیر ستونوں کے کس طرح کھڑا کر رکھا ہے اور کیل گاڑنے میں زمین کی مٹی کہاں غائب ہو جاتی ہے؟''

نوکر کی یہ واہیات بات سن کر آقا نے کہا۔

''اے بے خبر! تیری اس بے خبری سے مجھے خوف ہے کہ کوئی میرا گھوڑا اُڑا کر نہ لے جائے۔اچھا !ایک کام کر، اگر تیرا جی سونے کو چاہے تو سو جا۔''

نوکر نے پھر وہی جواب دیا۔

''خداوندِ نعمت! آپ اطمینان رکھیے !میں پوری طرح خبر دار اور ہوشیار رہوں۔'' مالک بے چارہ پھر سو گیا۔

تین پہر رات کے بعد پھر اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔

''کیوں بھئی ! کیا خبر ہے؟''

اس بار نوکر نے جواب دیا۔

''خداوندِ نعمت !اب میں سوچ رہا ہوں کہ اونٹ کے پیٹ میں گولیاں کون باندھتا ہے اور کیلے کے پتّوں پر خود بہ خود اِستری کس طرح ہوجاتی ہے؟''



غرض کہ مالک بے چارہ پھر نوکر کی باتوں میں آ کر بے فکری سے سوگیا، اور جب چار گھڑی شب باقی تھی تو ایک بار اس کی آنکھ پھر کھلی۔ اس نے نوکر سے اب کے پوچھا۔

''کیوں بھئی! اب کیا خبر ہے؟''

نوکر نے جواب دیا۔

''خداوندِ نعمت! بعض چور بھی بہت دانش مند اور اپنے کام میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایسا ہی کوئی مُنھ زور چور سرنگ لگا کر گھوڑا لے اُڑا۔''

مالک نے بڑی بے بس نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''کیا کہا؟ چور گھوڑا لے اُڑا؟ پھر تم یہاں بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہو؟''

نوکر نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

''خداوندِ نعمت! آپ کا یہ غلام ناکام اس فکر میں ہے کہ گھوڑا چوری ہوجانے کے بعد اس کی زین اور خوگیر آپ کو اپنے سر پر رکھنا پڑے گا یا مجھ کو اپنے سر پر لاد کر لے چلنا ہوگا۔''

یہ وحشت اثر خبر سن کر آقا کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے اس بے وقوف نوکر کو بہت سخت سست سنائی۔ گھوڑا چوری ہو جانے کا اُسے بے حد افسوس ہوا لیکن اب کیا ہوسکتا تھا 'جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔'

(لوک کہانی)

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| فلسفی | : | عقلمند، ہر وقت سوچ میں گُم رہنے والا |
| سرائے | : | مسافر خانہ |
| فارغ ہونا | : | فرصت پانا |
| پاسبانی | : | رکھوالی، چوکیداری |
| ستونوں | : | ستون کی جمع، کھمبا، لاٹ |
| شب | : | رات |
| سنجیدگی | : | بردباری، متانت، رکھ رکھاؤ |
| دانش مند | : | سمجھ دار، ذہین |
| زین | : | گھوڑے کی کاٹھی |
| خوگیر | : | گھوڑے کی گدی جو کاٹھی کے نیچے پسینہ جذب کرنے اور اس کی پیٹھ نہ چھلنے کی غرض سے رکھی جاتی ہے |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. مالک نے نوکر سے کیا کام کرنے کو کہا؟
2. مالک کے بار بار پوچھنے پر نوکر کیا جواب دیتا تھا؟
3. فلسفی نوکر آسمان کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا؟
4. تین پہر رات سے پہلے مالک کیوں اطمینان سے سوگیا؟
5. گھوڑا کس طرح چوری ہوا؟
6. گھوڑا چوری ہونے کے بعد آقا پر کیا گذری؟
7. آقا نے نوکر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

## خالی جگہ کو صحیح لفظ سے بھریے۔

1. اس کے ساتھ اس کا ________ بھی تھا۔
2. اس شہر کے چور بڑے ________ اور چوری کرنے میں نہایت ________ ہیں۔
3. اپنے اس قیمتی اور ________ گھوڑے کی خود نگرانی کروں گا۔
4. ناچیز نوکر ساری رات جاگ کر گھوڑے کی نگرانی اور ________ کرے گا۔
5. آپ بے فکر رہیے اور ________ سے سو جائیے۔
6. آسمان بغیر ________ کے کس طرح کھڑا کر رکھا ہے اور کیل ________ میں زمین کی مٹی کہاں غائب ہو جاتی ہے۔

## نیچے دیے گئے جملوں کو صحیح ترتیب سے لکھیے۔

1. بعض چور بھی دانش مند اور اپنے کام میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔
2. غرض کہ مالک بے چارہ پھر نوکر کی باتوں میں آ کر بے فکری سے سو گیا۔
3. اگر تیرا جی سونے کو چاہے تو سو جا۔
4. مجھے ڈر ہے کہ تو یوں ہی واہی تباہی سوچتا رہا تو تیری اس بے خبری سے فائدہ اٹھا کر چور ہمارا مال اسباب نہ چرا لے جائیں۔
5. تو شوق سے پاؤں پھیلا کر سو جا۔
6. آقا تو تمام رات جاگے اور دو پیسے کا نوکر ساری رات آرام سے سوئے۔
7. ایسا ہی کوئی منھ زور چور سرنگ لگا کر گھوڑا لے اڑا۔

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

شخص ‏ مالک ‏ دلیر ‏ نگرانی ‏ آقا ‏ اطمینان ‏ غلام ‏ آسمان

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

نوکر شام دلیر آرام خواب
فائدہ لمبا زمین ناکام بے وقوف

## واحد سے جمع بنائیے۔

گھوڑا شہر نوکر عزیز پیسے طرف آنکھ اونٹ

## عملی کام

- اس سبق سے اپنی پسند کے پانچ جملے لکھیے۔
- اس کہانی کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- سبق کے آخر میں جملہ ہے ''جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت''، یعنی وقت رہتے ہمیں اپنے کام کو پوری محنت سے کرنا چاہیے ہمیں اپنے عمل پر پورا دھیان دینا چاہیے مراد یہ ہے کہ ہمیں غفلت اور لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیے۔کسی چیز کے کھوجانے کے بعد چاہے ہم کتنا بھی افسوس کریں مگر وہ چیز دوبارہ نہیں مل سکتی۔

4713CH06

# بی امّاں

ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی برابر کا حصہ لیا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی والدۂ محترمہ بی امّاں کا نام اس سلسلے میں مثال کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ بی امّاں کی ولادت 1852 میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کا نام مظفر علی تھا۔ ان کا تعلق رئیسوں اور منصب داروں کے خاندان سے تھا۔ یہ



خاندان امروہہ کا رہنے والا تھا۔ 1857 میں اس خاندان نے طے کیا کہ اگر دہلی اور میرٹھ کی طرح امروہہ میں بھی آزادی کی جدوجہد شروع ہوئی تو ہم انگریز حکومت کے خلاف کھڑے ہوجائیں گے اور اپنی حکومت قائم کرلیں گے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ بی امّاں کے خاندان میں ہمیشہ سے اپنے وطن سے محبت پائی جاتی تھی۔

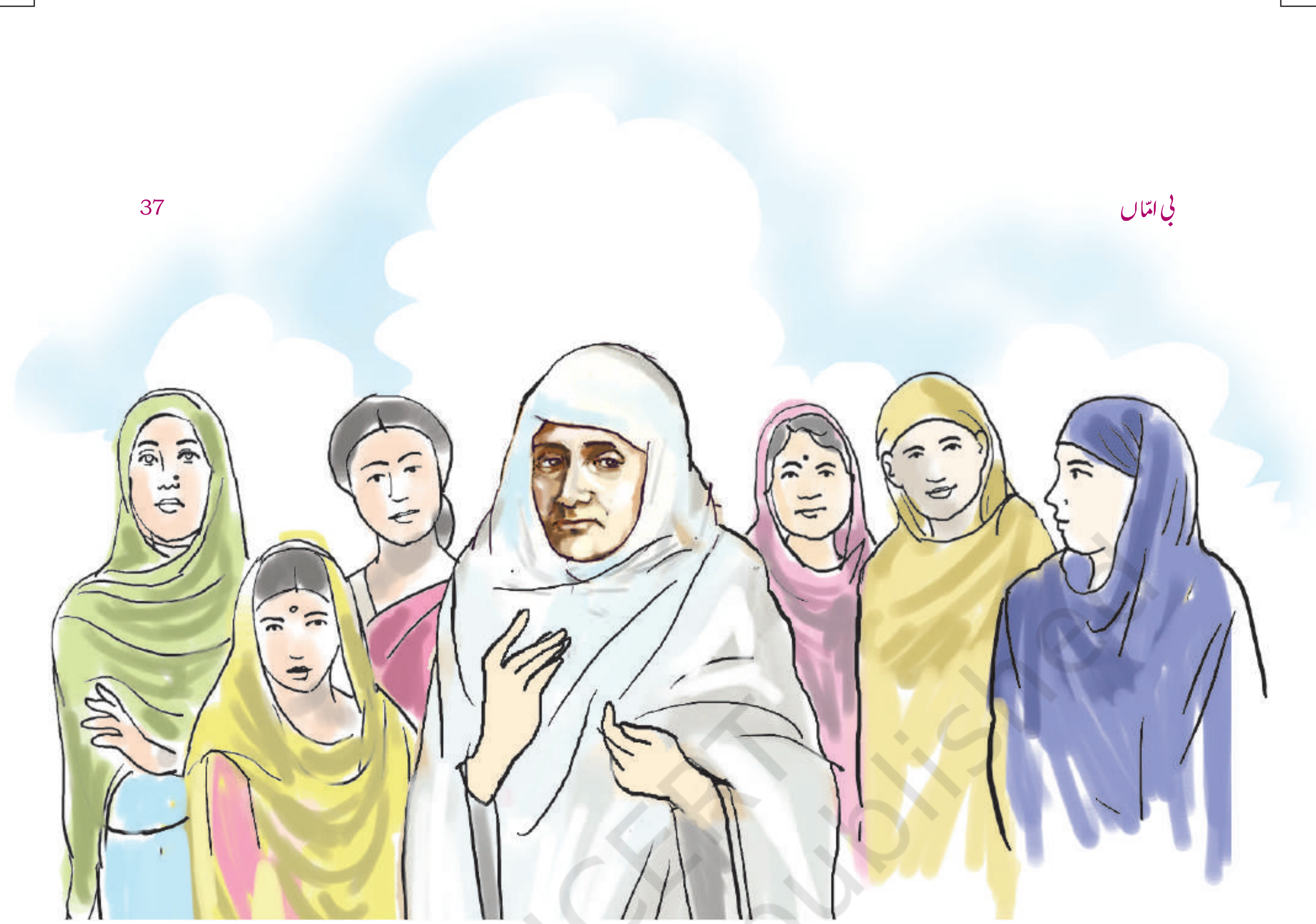
بی امّاں نے بچپن ہی سے ملک کی تباہی دیکھی تھی اور انگریزوں کے مظالم کی داستانیں بھی بزرگوں سے سن رکھی تھیں۔ اس کے نتیجے میں انگریز حکمرانوں سے انھیں نفرت ہوگئی۔ شوہر کے انتقال کے بعد بچوں کی نگرانی ان کے سپرد ہوئی۔ محمد علی دو سال کے تھے اور شوکت علی کچھ بڑے تھے۔ بی امّاں نے ان دونوں بھائیوں کی تربیت اس ڈھنگ سے کی کہ آگے چل کر محمد علی اور شوکت علی نے انگریز حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔ بی امّاں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اپنا زیور بھی رہن رکھ دیا۔ وہ چاہتی تھیں کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دونوں بھائی انگریزوں کی ظالم حکومت کے خلاف جدوجہد کریں اور ان کی یہ مبارک خواہش پوری بھی ہوئی۔

مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی (جو علی برادران کے طور پر جانے جاتے ہیں) انھوں نے قلم اور زبان کے ذریعے انگریزوں کے خلاف آواز بلند کی۔ بی امّاں برابر اپنے بچوں کے ساتھ رہیں اور ان کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ جب علی برادران جیل میں ڈال دیے گئے اور کچھ لوگ انگریزوں سے سمجھوتے کی بات کرنے لگے تو بی امّاں نے کہا:

''گورنمنٹ یہ جان لے کہ اپنی تکلیفوں سے بچنے کے لیے اگر وہ (علی برادران) کسی ایسی بات کا اقرار کرلیں گے جو ان کے مذہبی احکام یا ملکی فائدوں کے ذرا بھی خلاف ہو تو مجھے یقین ہے کہ اللہ پاک میرے قلب



کو اتنی مضبوطی اور ان سوکھے جھرّیاں پڑے ہاتھوں میں اتنی طاقت دے گا کہ میں اسی وقت ان دونوں کا گلا گھونٹ دوں گی۔''



بی امّاں کے اس بیان سے ان کی حوصلہ مندی، جرأت، مذہب اور وطن سے گہری محبت صاف ظاہر ہوتی ہے۔

مارچ 1924 میں بی امّاں کی طبعیت خراب ہوگئی۔ انھیں امروہے سے فوراً رام پور لایا گیا۔ علی برادران اپنی ماں سے ملنے کے لیے رام پور آئے لیکن انگریز حکومت نے انھیں ریلوے اسٹیشن پر روک دیا۔ جب اس کی خبر بی امّاں کو ملی تو وہ خود بیماری کی حالت میں اسٹیشن آ گئیں اور اصرار کیا کہ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ چلوں گی۔ مجبوراً ان کو دہلی لایا گیا۔ ان کی خواہش تھی کہ ہندوستان کی آزادی اور ہندو مسلم اتحاد کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آخر بی امّاں اسی خواہش کو لیے ہوئے 13/نومبر 1924 کو اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

بی امّاں کے پیغام کو کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

بولیں امّاں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| جدوجہد | : | شدید اور لگاتار کوشش |
| ولادت | : | پیدائش |
| منصب دار | : | عہدے دار |
| مظالم | : | ظلم کی جمع ، زیادتی کرنا ،ستانا |
| سپرد کرنا | : | حوالے کرنا |
| تربیت | : | پرورش |
| رہن | : | گروی ، کسی چیز کو دوسرے کے پاس پیسہ لے کر کچھ مدت کے لیے رکھنا |
| اقرار | : | ماننا، تسلیم کرنا |
| جرأت | : | ہمّت |
| اتّحاد | : | ایکا، میل جول |
| نگرانی | : | دیکھ بھال ،حفاظت |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. بی امّاں کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
2. بی امّاں کے خاندان میں وطن سے محبت کس بات سے ظاہر ہوتی ہے؟
3. انگریزوں سے سمجھوتے کی بات پر بی امّاں نے کیا کہا تھا؟
4. شوہر کے انتقال کے بعد بی امّاں نے اپنے بچوں کی پرورش کس طرح کی؟
5. علی برادران بی امّاں سے ملنے رام پور گئے تو انگریزوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
6. بی امّاں کی آخری خواہش کیا تھی؟

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے ۔

آزادی نفرت اقرار رئیس شروع مبارک

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

بزرگ اصرار تربیت رخصت حوصلہ خواہش

## خالی جگہ کو صحیح لفظ سے بھریے۔

1. مولانا محمد علی جوہر کی والدہ ___________ کے طور پر جانی جاتی تھیں۔
2. بی امّاں کا تعلق ___________ اور ___________ کے خاندان سے تھے۔
3. انگریزوں کے ___________ کی داستانیں بھی ___________ سے سن رکھی ہیں۔
4. علی برادران نے ___________ کے ذریعہ انگریزوں کے خلاف آواز بلند کی۔
5. انگریز حکومت نے انھیں ___________ پر روک دیا۔
6. ہندوستان کی آزادی اور ___________ کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

## عملی کام

- اس سبق میں ایک مرکّب لفظ ''منصب دار'' ہے جس کے معنی ہیں ''عہدے دار''۔ اس طرح لفظوں کے آگے 'دار' لگا کر پانچ نئے الفاظ بنائیے۔
- بی امّاں کے بارے میں چند جملے لکھیے ۔

## غور کرنے کی بات

- یہ سبق بی امّاں اور ان کے دو بیٹوں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے ایثار و محبت اور قربانی کا درس دیتا ہے۔

- اس سبق کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بی امّاں اپنے ملک کی آزادی کے لیے کتنی فکرمند تھیں اور بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی تھیں۔
- بی امّاں کا بیماری کی حالت میں اپنے بیٹوں سے ملنے خود اسٹیشن پہونچ جانا ان کی جرأت مندی کا پتہ دیتا ہے۔
- مسلمانوں کی تاریخ میں خلافت کا مطلب یہ ہے کہ سیاست میں بادشاہت نہیں ہوتی۔ یہاں حکمراں کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ خلیفہ کے معنی جانشین یا نائب کے ہیں۔ خلیفہ اپنا حکم نہیں چلاتا۔ وہ زمین پر خدا کا نائب ہوتا ہے اس لیے خدا ہی کا حکم چلاتا ہے۔ اسی کو خلافت کہتے ہیں۔



4713CH07

# بَہار



آیا ہے بَہار کا زمانہ باغوں کے نکھار کا زمانہ
کلیاں کیا کیا چٹک رہی ہیں ساری روشیں مہک رہی ہیں
ہلکی ہلکی یہ اُن کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے چمن میں ہر سُو
چڑیاں گاتی ہیں گیت پیارے سُنتے ہیں پھول چمن میں سارے





کتنی راحت فزا ہوا ہے گویا جنّت کا در کھلا ہے
خوش خوش ہر ایک آدمی ہے ہر شے میں بلا کی دلکشی ہے
کیسی دل‌چسپ چاندنی ہے چاندنی ایک نور کی تنی ہے
ہر دل میں امنگ کس قدر ہے سب پر ہی بہار کا اثر ہے
سڑکوں پر جو لوگ جا رہے ہیں
غزلیں افسؔر کی گا رہے ہیں

افسؔر میرٹھی



## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| نکھار | : | تازگی، صفائی، اُجلاپن، خوبصورتی |
| چٹک رہی ہیں | : | کِھل رہی ہیں، کلیوں کا کھلنا |
| روشیں | : | روش کی جمع، کیاریوں کے درمیان کے راستے |
| ہر سُو | : | ہر طرف، ہر جانب |
| راحت فزا | : | آرام کو بڑھانے والا |
| بَلا کی دلکشی | : | دِل کو بے حد لبھانے والی |
| امنگ | : | جوش، ولولہ، ترنگ |



## سوچیے اور بتائیے۔

1. باغوں پر نکھار آنے کی کیا وجہ ہے؟
2. روشیں کیوں مہک رہی ہیں؟
3. ''جنّت کا در کھلا'' ہونے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
4. چاندنی کیسی لگ رہی ہے؟
5. سڑکوں پر جانے والے لوگ کیا گا رہے ہیں؟

## مصرعے مکمل کیجیے۔

آیا ہے ______________ کا زمانہ
کلیاں کیا کیا ______________ رہی ہیں
چڑیاں گاتی ہیں ______________ پیارے
گویا جنّت کا ______________ کھلا ہے

ہر دل میں ______________ کس قدر ہے
سب پر ہی ______________ کا اثر ہے
غزلیں ______________ کی گا رہے ہیں

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

نکھار چٹک مہک ہرسُو دلکشی چاندنی امنگ

## مصرعوں کو صحیح ترتیب سے لکھ کر شعر مکمّل کیجیے۔

آیا ہے بہار کا زمانہ
گویا جنت کا در کھُلا ہے
ہر دل میں امنگ کس قدر ہے
باغوں کے نکھار کا زمانہ
کتنی راحت فزا ہوا ہے
سب پر ہی بہار کا اثر ہے

## عملی کام

- اس نظم کے اُن اشعار کا مفہوم لکھیے جو آپ کو پسند ہوں۔
- اپنے پسندیدہ موسم پر پانچ جملے لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- اس نظم کے ایک مصرعے میں شاعر نے ''بلا کی دلکشی'' لفظ استعمال کیا ہے اسی طرح اس لفظ کا استعمال شدّت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ جیسے بلا کی گرمی ہے، بلا کی اُمس ہے، بلا کی آندھی ہے، بلا کا شور ہے وغیرہ۔

4713CH08

# چِھدّو

ایک چھوٹا سا لڑکا تھا، اس کا نام تھا چِھدّو۔ اس لڑکے کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو کوئی کام کرتے دیکھتا تو جھٹ کہتا ''میں بھی یہی کروں گا، میں بھی''۔ بس دن بھر یہی ''میں بھی، میں بھی'' کرتا رہتا تھا۔ کبھی کھڑکی میں سے دیکھتا کہ کوئی سڑک پر گھوڑے پر سوار جا رہا ہے تو کہتا میں بھی سوار ہوں گا۔ باغ میں کھیلنے جاتا اور جھاڑی میں سے کوئی چڑیا



پھُر سے اُڑتی تو یہ کہتا ''میں بھی اُڑوں گا۔'' اس کے گھر سے کچھ دور ایک تالاب تھا۔ اس کے کنارے کھیلنے جایا کرتا اور ننّھی ننّھی مچھلیوں کو پانی میں تیرتے دیکھتا تو کہتا ''میں بھی تیروں گا۔''

ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے ماں باپ کہیں باہر گئے، بہن کسی کام سے کھیت پر گئی تھی۔ یہ گھر میں بالکل اکیلا تھا۔ ایک گھوڑا سفید جیسے بُرّاق اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ گھوڑے پر ایک سنہرا خوب صورت زین کسا ہوا تھا۔



گھوڑا کچھ دیر تو گردن جھکائے کھڑا رہا۔ پھر اپنے دونوں اگلے پاؤں موڑ کر گھٹنوں کے بَل جھک گیا اور چھدّو سے کہا کہ ''آؤ بیٹھ جاؤ۔'' پھر کیا پوچھنا تھا، چھدّو تو مارے خوشی سے پھولے نہ سماتا تھا۔ جھٹ کود کر سنہرے زین پر بیٹھ گیا اور لگا چلاّنے کہ ''میں تو گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ میں تو گھوڑے پر سوار ہوگیا۔'' باہر کھیت کی مینڈ پر چھدّو کی بہن منّی بیٹھی تھی۔ اس نے بھائی کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو چلاّ اُٹھی۔ ''ارے چھدّو، چھدّو، کدھر چلے۔'' چھدّو بولا ''ہم تو دنیا دیکھنے جاتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کے ایک چابک رسید کیا اور گھوڑا ایسا اُڑا جیسے ہوا جاتی ہے۔

پہلے تو ایک بڑا سا میدان پڑا۔ اُس پر گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا نکل گیا۔ پھر ایک بہت اونچے پہاڑ پر چڑھا اور دوسری طرف سے اُتر کر ایک گھنے جنگل میں پہنچا۔ جنگل ختم ہوا تو ہرے ہرے کھیت آئے۔ ہر طرف کھیتی لہلہا رہی تھی اور لال نیلے پھول کھلے ہوئے تھے۔ کھیتوں سے نکلے تو پھر ایک جنگل آیا۔ اس کے پیڑ سب بہت چھوٹے چھوٹے تھے اور ایسے گھنے کہ اس میں سے گزرنا مشکل تھا۔ مگر اس گھوڑے کے سامنے سب کچھ آسان تھا۔ اسے بھی طے کرلیا۔ پھر ایک ریت کی دیوار آئی۔ گھوڑا اِس پر بھی چڑھا مگر پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اس لیے تیزی ذرا کم ہوگئی۔ ریت کی دیوار خوب چوڑی تھی۔ اوپر پہنچے تو دیکھا کہ نیچے سمندر لہریں مار رہا ہے۔ جہاں تک نظر جاتی ہے پانی ہی پانی تھا۔ سب نیلا ہی نیلا۔

گھوڑے نے کہا ''اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔ میں آگے نہیں جا سکتا، بس اب اُترو، میاں چھدّو!'' چھدّو نے کہا ''واہ میں تو اور آگے چلوں گا۔ اور آگے اور آگے'' یہ سن کر گھوڑا اس زور سے اُچھلا کہ میاں چھدّو دھڑام سے آگے آن پڑے اور ریت کی دیوار پر سے ایسا لُڑھکے کہ سیدھے سمندر میں گر کر ڈُبکیاں کھانے لگے، ایک لال سُنہری مچھلی جلدی جلدی تیر کے اوپر آئی اور اُس کی ٹانگوں کے بیچ میں آ کر ٹھہر گئی۔ چھدّو کو ذرا سہارا ملا تو انھوں نے اپنا بدن اوپر کو اٹھایا اور کہا ''اہا میں تو پھر سواری کروں گا۔'' مچھلی بولی ''نہیں میاں، سواری نہیں کروگے تیروگے۔''

''اہاہاہا، تیروں گا۔ یہ تو اور بھی اچھا ہے۔''

اب اس مچھلی کے سہارے چھدّو میاں نے سمندر میں تیرنا شروع کیا۔ چاروں طرف سے ننّھی ننّھی چمکتی ہوئی

مچھلیاں آ آ کر جمع ہونے لگیں۔ چھدّو کو تیرتا دیکھ کر انھوں نے ہنسنا اور ناچنا شروع کیا۔ اُدھر سے دریائی چڑیوں نے ایک دوسرے سے چلاّ چلاّ کر کہنا شروع کیا۔ ''ارے ذرا دیکھو تو۔ ذرا دیکھو تو چھدّو کس مزے سے تیر رہا ہے۔''

تیرتے تیرتے جب دور نکل گئے تو ایک جہاز ملا، جہاز پر چھدّو کا باپ تھا۔ چاروں طرف چھدّو کو دیکھتا اور ہر ایک سے پوچھتا تھا۔ ''بھائی تمھیں تو دکھائی دیا ہمارا چھدّو؟'' چھدّو نے جو باپ کی آواز سنی تو چپکے سے مچھلی سے کہا۔ ''ارے غوطہ لگاؤ جلدی سے غوطہ، نہیں تو وہ دیکھ لیں گے۔''





مچھلی نے ایسا گہرا غوطہ لیا کہ سمندر کی تہ کو پہنچی ۔ وہاں طرح طرح کی سیپیاں تھیں۔ رنگ برنگ کے گھونگے تھے اور ایسے ایسے درخت کہ چھدّو نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ چِھدّو نے جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا تو آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ اور چیخے کہ ''بس بس اب اوپر چلو اوپر میرا دم گُھٹتا ہے۔'' مچھلی اوپر نکلی اور چِھدّو نے پانی سے سر نکالا ہی تھا کہ ایک بڑا سا پرندہ اوپر سے آیا۔ کچھ کالا کچھ سفید اور اُس نے چِھدّو کو چونچ میں اٹھالیا اور اپنے پر خوب پھیلا کر اسے ہوا میں اُچھالا اور اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ چِھدّو چلّایا۔ ''اب تو میرے پَر ہو گئے۔ میں تو اُڑوں گا میں تو اُڑوں گا۔''



یہ پرندہ اونچا اُڑتا ہی چلا گیا۔ رُکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُدھر سورج برابر نیچا ہوتا جاتا تھا اور آخر کو بالکل غائب ہی ہوگیا، چھدّو کے قریب سے ایک عورت گزری جو بڑے بڑے نہایت ڈھیلے، بالکل کالے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ یہ رات تھی اور اوپر سے زمین کو جارہی تھی لیکن پرندہ اور چھدّو تھے کہ اوپر اوپر ہی چلے جاتے تھے اور اُڑتے اُڑتے چاند اور تاروں کی بستی میں پہنچ گئے۔ ننّھے ننّھے چمکتے ہوئے تاروں نے کہا ''میاں چھدّو سلام۔ کہاں سے آتے ہو۔ اب تو بہت دیر ہوگئی ہے۔ تمھارے تو سونے کا وقت ہے۔'' مگر چھدّو نے کہا۔ ''میرے سونے کا، میں تو اُڑوں گا۔ اوپر چلے ہی جاؤں گا، اوپر میں تو آسمان کے اندر جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ یہ سورج دوسری طرف سے

کیسے نکلتا ہے۔'' ستارے خوب کھلکھلا کر ہنسے، ایسے کہ یہ جھل مل جھل مل کر رہے ہوں۔ اور پرندے نے کہا کہ'' تم تو آسمان میں جانا چاہتے ہو، وہاں تو میں بھی نہیں جا سکتا۔ تمھیں ایسے ہی جانا ہو تو بادلوں کے ساتھ جاؤ، میں اب آگے نہیں جاتا۔'' ''اچھا تو میں بادلوں کے ساتھ جاؤں گا۔ چلو مجھے بادلوں کے پاس لے چلو۔ بس چلو جلدی۔ چلو۔ چلو۔''

پرندے نے اپنا رخ موڑا، سیدھے ہاتھ کی طرف سے کچھ بادل آ رہے تھے اُن کی طرف چلا۔ اُسے دیکھ کر ایک کالا کالا بادل بھی اُس کی طرف لپکا اور قریب آ کر چھِدّو کو گود میں لے لیا۔ اس کی گود بڑی ٹھنڈی تھی، ایسی نرم جیسے حلوا۔ بادل چھِدّو کو لے کر جو چلا تو چھِدّو کو ایسا لگا کہ جیسے اس کے گالوں پر دو بوندیں گریں۔ دو بڑی بڑی گرم گرم بوندیں۔

چھِدّو کچھ اُداس سا ہو گیا اور کہنے لگا۔ ''یہ تو ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے میری ماں کے آنسو ہوں۔'' بادل نے بتایا کہ'' ہاں بیٹا تیری ماں کے آنسو ہیں۔ وہ تجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی تھی اور ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی کہ میں پاس سے گزرا تو میں یہ دو آنسو ساتھ لیتا آیا۔ اب اُداس مت ہو۔ انھیں پونچھ ڈالو۔ ہم بس اب آسمان پہنچتے ہی ہیں۔ منھ ہاتھ خوب صاف ہونے چاہئیں۔ وہاں فرشتوں کا پہرا ہے۔ گندے آدمی کو اندر نہیں آنے دیتے۔'' یہ باتیں سن کر چھِدّو نے رونا شروع کیا۔ اور اتنا رویا اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ وہ بادل سے سِسک سِسک کر کہنے لگا۔'' نہیں میں آسمان میں اب نہیں جاؤں گا۔ میں اب سورج کو بھی نہیں دیکھوں گا۔ مجھے اب کچھ درکار نہیں۔ مجھے تو گھر لے چلو۔ میں اپنی ماں کے پاس جاؤں گا۔ بس۔''

چھِدّو نے یہ کہا ہی تھا کہ بادل بڑی تیزی سے نیچے کو چلا۔ سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ یہ جا، وہ جا، اور ایک جگہ خوب نیچے پہنچ کر بادل نے چھِدّو کو گود سے نیچے ڈال دیا۔ یہ دھم سے ایک چمیلی کے پیڑ کے پاس گرا۔ اُس نے جو آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ماں دونوں ہاتھوں سے چمیلی کی شاخیں ہٹا رہی ہے۔ خوشی سے باچھیں کھلی ہوئی ہیں اور چِلّا رہی ہے۔'' ارے لوگو دیکھو، میرا چھِدّو یہ ہے۔ میرا چھِدّو یہ ہے۔'' اِسی وقت سورج بھی اوپر سے نکلا اور



چمیلی کی ٹہنیوں میں سے جھانک کر اُس نے چھدّو کا منہ دیکھا اور کچھ اس طرح مسکرایا کہ اس کا سارا چوڑا چکلا چہرہ اِس مُسکراہٹ سے دمکنے لگا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| جھاڑی | : | کانٹوں بھرے چھوٹے چھوٹے درخت |
| بُرّاق | : | سفید گھوڑے جیسی ایک سواری جس پر حضرت محمدؐ نے معراج کا سفر کیا تھا |
| زین | : | گھوڑے کی پیٹھ پر کسا جانے والا مضبوط اور موٹا کپڑا یا چمڑے کا پٹّہ |
| چابک | : | کوڑا، ہنٹر |
| درکار | : | ضرورت، حاجت |
| رسید | : | وصولی کا کاغذ |
| سرپٹ دوڑنا | : | بہت تیز دوڑنا |
| لہلہانا | : | جھومنا، ہوا سے ہلنا |
| عجیب | : | انوکھا، نرالا |
| لہریں | : | موجیں |
| غوطہ | : | ڈبکی |
| سیپ | : | صدف، دریا میں پایا جانے والا ایک سخت قسم کا خول جس کے اندر سے موتی نکلتا ہے |
| گھونگھا | : | دریا یا سمندر میں پایا جانے والا ایک کیڑا۔ مندروں میں بجایا جانے والا شنکھ اسی کیڑے کا خول ہوتا ہے |
| جھل مل جھل مل | : | ٹمٹماہٹ، جگمگاہٹ |
| رُخ | : | طرف، سمت، جانب، چہرہ |
| ہچکی بندھنا (محاورہ) | : | زیادہ رونے سے سانس کا رکنے لگنا، ہچک ہچک کر رونا |
| سِسک سِسک کر رونا | : | آواز دبا کر رونا |
| چمیلی، چنبیلی | : | ایک خوشبودار پھول کا نام جسے فارسی میں یاسمین کہتے ہیں |

| | | |
|---|---|---|
| شاخیں | : | شاخ کی جمع، ٹہنیاں، ڈالیں |
| دمکنا | : | چمکنا، تمتمانا |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. چھدّو کس قسم کا لڑکا تھا؟
2. گھوڑے سے مل کر چھدّو کیوں خوش ہوا؟
3. چھدّو گھوڑے پر سوار ہو کر کہاں کہاں سے گزرا؟
4. گھوڑے کے لیے ریت پر چلنا کیوں دشوار تھا؟
5. چھدّو نے سمندر کی سیر کیسے کی؟
6. کالے کپڑے پہنے ہوئے عورت کون تھی اور کہاں جا رہی تھی؟
7. پانی سے سر نکالتے ہی چھدّو کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟
8. پرندے کے رخ موڑتے ہی چھدّو کو گود میں کس نے اٹھا لیا؟
9. دو گرم گرم بوندیں کس کو کہا گیا ہے؟
10. بادل نے چھدّو کو آنسو کے بارے میں کیا بتایا؟
11. چھدّو کی روتے روتے ہچکی کیوں بندھ گئی اور اس نے کیا خواہش ظاہر کی؟
12. چھدّو نے آنکھیں کھولیں تو اس نے کیا دیکھا؟

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

تالاب　　خوب صورت　　سوار　　رخ

پرندہ　　درکار　　پہرا　　چوڑا چکلا

## کالم 'الف' سے کالم 'ب' کو ملا کر محاورے مکمل کیجیے۔

| الف | ب |
|---|---|
| سرپٹ | بندھنا |
| باچھیں | مارنا |
| آنکھیں | پھولے نہ سمانا |
| موجیں | کھلنا |
| خوشی سے | دوڑنا |
| سسکیاں | بند ہونا |

## نیچے دیے ہوئے جملوں کو کہانی کی ترتیب سے لکھیے۔

1. کوئی چڑیا پھُر سے اُڑتی تو یہ کہتا ''میں بھی اڑونگا۔''
2. ایک چھوٹا سا لڑکا تھا اس کا نام تھا چھدّو۔
3. چھدّو تو مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔
4. گھوڑے پر ایک سنہرا خوب صورت زین کسا ہوا تھا۔
5. سمندر میں گر کر یہ ڈبکیاں کھانے لگے۔
6. گھوڑے نے کہا اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔
7. اس کا سارا چوڑا چکلا چہرہ اس مسکراہٹ سے دمکنے لگا۔
8. ماں دونوں ہاتھوں سے چمیلی کی شاخیں ہٹا رہی تھی۔

## عملی کام

- اس سبق میں مناظرِ فطرت کا اظہار جگہ جگہ مختلف انداز سے کیا گیا ہے، جیسے کھیتی لہلہا رہی تھی، لال نیلے پھول کھلے ہوئے تھے، سمندر لہریں مار رہا تھا۔ اسی طرح آپ بھی کم از کم پانچ فقرے لکھیے۔

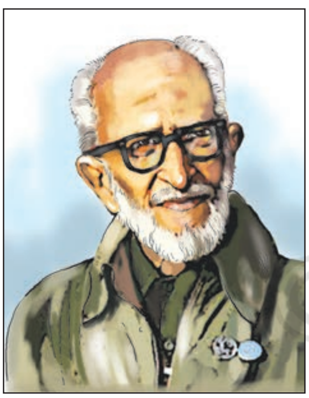
## غور کرنے کی بات

- اس سبق میں کہیں کہیں خوشی کے اظہار کے لیے اہو ہو ہو، آہاہاہا، ہوہوہو جیسے کلمات استعمال ہوئے ہیں، انھیں کلمۂ نشاط کہتے ہیں۔ اسی طرح افسوس یا غم کے اظہار کے لیے اُف، ہائے، اوہ، آہ جیسے کلمات استعمال ہوتے ہیں انھیں کلمۂ تاسّف کہتے ہیں۔

4713CH09

# سالم علی

آسمان کی طرف اڑتے ہوئے، درختوں پر بیٹھے ہوئے، چہچہاتے ہوئے پرندوں کی دنیا بھی کتنی رنگارنگ ہے۔ ہمارے ملک کے نامور ماہرِ طیور (Ornithologist) سالم علی نے اپنی ساری زندگی اسی دنیا میں گذار دی۔ سالم علی کا اصل نام معزالدین عبدالعلی تھا۔ وہ 12 نومبر 1896 کو پیدا ہوئے۔ زندگی بھر انھیں پرندوں سے دلچسپی رہی ،انھیں پوری دنیا میں پرندوں کا ایک بہت بڑا عالم (Ornithologist) سمجھا جاتا ہے۔



انھوں نے پرندوں کے بارے میں ایسی معلومات جمع کی ہیں کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے انھیں پرندے اچھے لگتے تھے۔ وہ گھنٹوں فضا میں چڑیوں کو اڑتے ہوئے دیکھتے رہتے تھے۔ جب وہ دس سال کے تھے تو ایک بار کسی شکاری نے ایک گوریّا شکار کی۔ جب وہ زمین پر گری تو سالم علی دوڑ کر گئے اور اسے اٹھا لیا۔ انھوں نے چڑیا کی گردن پر ایک پیلا دھبّہ دیکھا۔ وہ دوڑتے ہوئے اپنے چچا امیرالدین طیب جی کے پاس آئے اور ان سے پوچھنے لگے کہ یہ کون سی چڑیا ہے؟ ان کے چچا خود بھی شکاری تھے۔ لیکن وہ بھی اس چڑیا کو نہیں پہچان سکے۔

ان کے چچا سالم علی کو ساتھ لے کر بمبئ نیچرل ہسٹری سوسائٹی گئے اور اس کے اعزازی سکریٹری ڈبلیو ملئرڈ سے ملاقات کی۔ ملئرڈ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ سالم علی کو پرندوں سے اتنی دلچسپی ہے۔ انھوں نے سالم علی کو مردہ چڑیوں کے جسم دکھانے شروع کیے۔ ان جسموں کا بھراؤ کرکے وہاں رکھا گیا تھا۔ سالم علی نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ چڑیوں کی اتنی قسمیں ہوتی ہیں۔

اس کے بعد سالم علی نیچرل ہسٹری سوسائٹی میں برابر جانے لگے۔ انھوں نے وہاں چڑیوں کو پہچاننا اور مردہ چڑیوں کی کھال میں بھراؤ کرنا (Stuffing) سیکھ لیا۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سالم علی کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں تھی۔ انھوں نے ایک بار کالج میں داخلہ لیا تو تھا لیکن ریاضی میں انھیں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے انھوں



نے کالج چھوڑ دیا۔ ان کے بڑے بھائی برما میں کانوں کی کھدائی کا کام کرتے تھے۔ سالم علی وہاں چلے گئے۔ تاکہ ان کی مدد کرسکیں۔ لیکن وہاں وہ جنگلوں میں گھومتے پھرتے اور چڑیوں کو ڈھونڈتے رہتے تھے۔ آخر وہ دوبارہ بمبئی (ممبئی) واپس آ گئے یہاں انھوں نے علم حیوانات (زولوجی) میں ایک کورس مکمل کرلیا اور بمبئی (ممبئی) نیچرل ہسٹری سوسائٹی میں ملازم ہو گئے بعد میں یہ ملازمت چھوٹ گئی۔

سالم علی لمبے عرصے تک پرندوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ وہ سنی سنائی باتوں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے بلکہ خود مشاہدہ اور تجربہ کرکے معلومات حاصل کرتے تھے انھوں نے خاصی لمبی مدت تک بیا (Weaver Bird) کے بارے میں جانکاری حاصل کی۔ تین چار مہینوں تک گھنٹوں صبح سے شام تک سالم علی اس چڑیا کے رہن سہن اور عادتوں کا مشاہدہ کرتے رہے۔ 1930 میں انھوں نے اپنی معلومات کو کتاب کی شکل میں پیش کیا۔ اس کتاب سے پوری دنیا میں ان کی شہرت پھیل گئی۔

بچپن ہی سے سالم علی ہندوستانی پرندوں پر ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ جو کتابیں موجود تھیں ان میں بہت سی کمیاں تھیں۔ چنانچہ 1941 میں انھوں نے اس کمی کو پورا کرنا چاہا۔ اس کے لیے 'دی بک آف انڈین برڈس' (The Book of Indian Birds) کے نام سے ایک انتہائی دلچسپ کتاب لکھی۔ اس میں رنگین تصویروں کے ذریعے پرندوں کی پہچان کرائی گئی ہے ایک عام آدمی بھی ان خوبصورت تصویروں کے ذریعے آسانی سے کسی چڑیا کو پہچان سکتا ہے اور اس کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

سالم علی نے چڑیوں کے مشاہدے اور معلومات کے لیے کئی بار دوسرے ملکوں کے سفر بھی کیے۔ انھیں بڑے بڑے اعزازات دیے گئے۔ ان کی خوب تعریف ہوئی۔ ڈگریوں اور انعامات سے نوازا گیا۔ پوری دنیا میں ان کی خدمات کو تسلیم کیا گیا۔ ہماری حکومت نے 1958 میں سالم علی کو پدم بھوشن کا، پھر 1976 میں پدم وبھوشن کا اعزاز دیا۔ یہ ہماری حکومت کا دوسرا سب سے بڑا قومی اعزاز ہے۔

1987 میں سالم علی کا انتقال ہوا۔ ان کی موت سے پرندوں نے اپنا ایک گہرا اور سچا دوست کھو دیا ہے۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| نامور | : | مشہور، معروف |
| طیور | : | طیر اور طائر کی جمع، پرندے |
| ریاضی | : | حساب |
| کانیں | : | کان کی جمع، کھانیں جہاں سے معدنیات (جیسے لوہا، کوئلا، تانبا وغیرہ) نکالی جاتی ہیں |
| مشاہدہ کرنا | : | معائنہ کرنا، دیکھنا |
| اعزاز | : | رتبہ، عزّت |
| منصب | : | عہدہ، رتبہ |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. سالم علی کا اصل نام کیا تھا؟
2. سالم علی کو اورنیتھولوجسٹ کیوں کہا گیا ہے؟
3. سالم علی کے شکاری چچا کا نام کیا تھا؟
4. سالم علی نے نیچرل ہسٹری سوسائٹی میں جا کر کون سا کام سیکھا؟
5. سالم علی پوری دنیا میں کیوں مشہور ہوئے؟
6. 1941 میں سالم علی کی کون سی کتاب شائع ہوئی اور اس میں کیا بیان کیا گیا ہے؟
7. ''پوری دنیا میں ان کی خدمات کو تسلیم کیا گیا'' اس جملے کا کیا مطلب ہے؟
8. سالم علی کو کون سے قومی اعزاز ملے؟

## خالی جگہ کو صحیح لفظ سے بھریے۔

1. پرندوں کی دنیا بھی کتنی ________ دنیا ہے۔
2. ملک کے نامور ماہر ________ سالم علی تھے۔
3. سالم علی ________ کو پیدا ہوئے۔
4. وہ دس سال کے تھے تو ایک بار کسی شکاری نے ایک ________ شکار کیا۔
5. سالم علی نے نیچرل ہسٹری سوسائٹی بمبئی کے اعزازی سکریٹری ________ سے ملاقات کی۔
6. سالم علی نے مردہ چڑیوں کی کھال میں ________ سیکھ لیا۔
7. سالم علی کے پاس کسی یونیورسٹی کی ________ نہیں تھی۔
8. سالم علی نے ________ میں ایک کورس مکمل کیا۔
9. انھوں نے خاصی لمبی مدت تک ________ کے بارے میں جانکاری حاصل کی۔
10. سالم علی کو 1976 میں ________ اعزاز دیا گیا۔

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

پرندوں    زندگی    معلومات    فضا    اعزاز    خدمات    حکومت

## عملی کام

- آپ پرندوں کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں کم سے کم ایک صفحے میں لکھیے۔

## یاد رکھیے۔

- سالم علی کو اورنیتھولوجسٹ کہا گیا ہے اور پوری دنیا میں سالم علی کو پرندوں کا ایک بہت بڑا عالم سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پرندوں کی زبان سمجھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ سالم علی نے پرندوں کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔

# غور کرنے کی بات

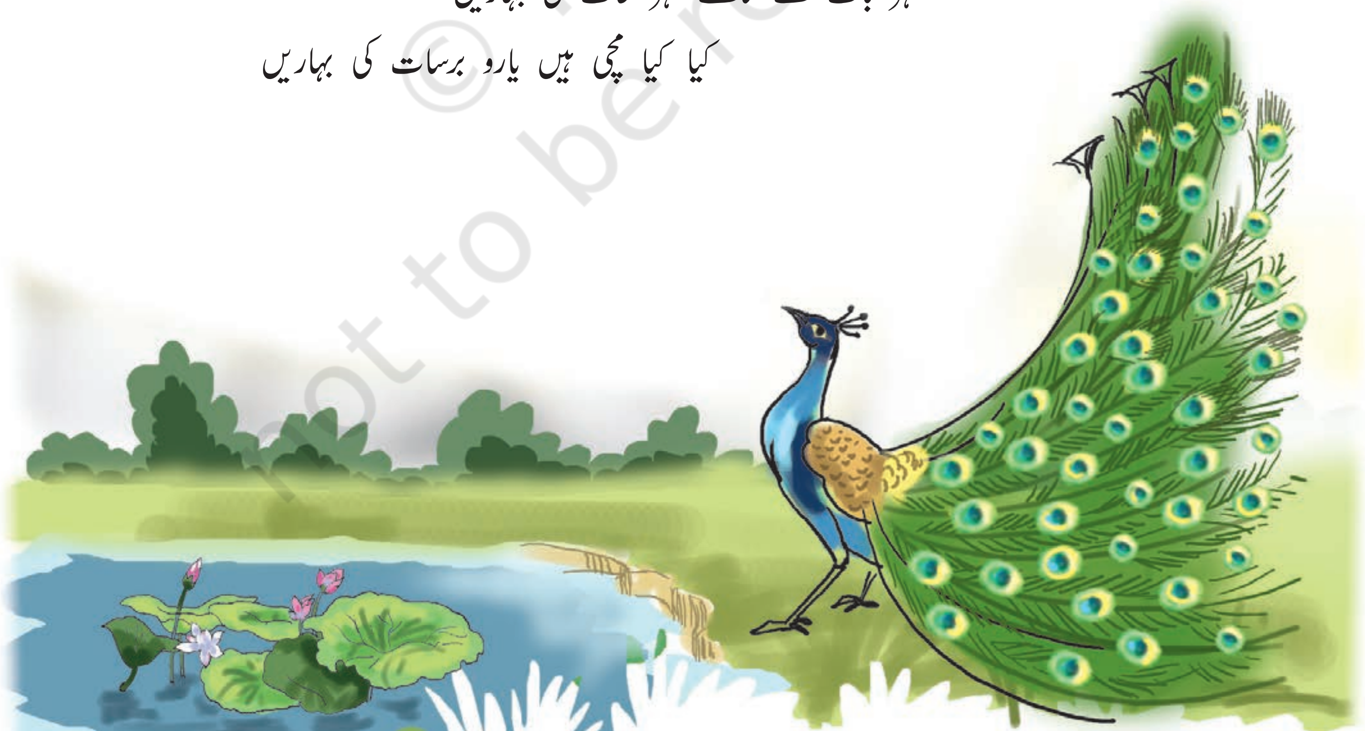
- اس سبق میں سالم علی کی پرندوں سے محبت کا بیان کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پرندوں سے غیر معمولی محبت کرتے تھے، ان کی زبان سمجھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے مشاہدے اور طویل تجربے کی بنیاد پر پرندوں کے بارے میں بہت سی معلومات جمع کیں۔ یہ معلومات ان کی کتابوں میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ ہمارے زمانے میں وہ پرندوں کے سب سے بڑے دوست تھے۔ ان کی خدمات کو پوری دنیا میں سراہا گیا اور ان خدمات کے اعتراف میں کئی اعزازات دیے گئے۔



# برسات کی بہاریں

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھمجھماہٹ، قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے، ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں





ہر جا بچھا رہا ہے سبزا ہرے بچھونے
قدرت کے بچھ رہے ہیں ہر جا ہرے بچھونے
جنگل میں ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے
بِچھوا دیے ہیں حق نے کیا کیا ہرے بچھونے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیا کیا رکھے ہیں یا رب سامان تیری قدرت
بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سب مست ہو رہے ہیں پہچان تیری قدرت
تیتر پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو مست ہوں اُدھر کے کرشور ناچتے ہیں
پیارے کا نام لے کر کیا زور ناچتے ہیں
بادل ہوا سے کر کر گھنگھور ناچتے ہیں
مینڈک اُچھل رہے ہیں اور مور ناچتے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بولیں بئے بٹیریں قمری پکارے کُو کُو
پی پی کرے پپیہا بگلے پکارے تُو تُو
کیا ہُدہُدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہُو ہُو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں



اس رُت میں ہیں جہاں تک گلزار بھیگتے ہیں
شہر و دیار کوچے بازار بھیگتے ہیں
صحرا و جھاڑ بوٹے کہسار بھیگتے ہیں
عاشق نہارتے ہیں دل‌دار بھیگتے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

نظیراکبرآبادی

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| لہلہاہٹ | : | لہرانا |
| جھجھماہٹ | : | چمک دمک، بوندوں کے لگاتار گرنے کی آواز |
| قطرات | : | قطرے کی جمع، بوندیں |
| گھات | : | موقع، گھڑی |
| بچھونے | : | بستر |
| جا | : | جگہ، مقام |
| قدرت | : | فطرت، طاقت، خدا کی شان |
| رب | : | اللہ تعالیٰ، پالنے والا |
| مست | : | خوش، مدہوش، بے خود |
| سبحان | : | پاک، اللہ تعالیٰ کی صفت |
| پیارے | : | محبوب، لاڈلے، من پسند، چہیتا |
| کر کر | : | کر کے |
| گھنگھور | : | گہری گھٹا، بہت برسنے والی گھٹا |
| پنکھ پکھیرو | : | پرندے |
| رُت | : | موسم |
| گُلزار | : | پھولوں کا باغ |
| دیار | : | علاقہ |
| کوچے | : | گلیاں |
| کہسار | : | پہاڑ |
| دل دار | : | محبوب، پیارا |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. پہلے بند میں شاعر نے کیا کہا ہے؟

2. ''ہرے بچھونے'' سے کیا مراد ہے؟
3. ''ہر بات کے تماشے ہر گھات کی بہاریں'' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
4. تیتر ''سبحان تیری قدرت'' کیوں پکارتے ہیں؟
5. پرندے کس کی رَٹ لگا رہے ہیں؟
6. شاعر نے برسات کے موسم میں کن کن چیزوں کے بھیگنے کا ذکر کیا ہے؟

## ان لفظوں کے واحد لکھیے۔

باغات قطرات بوندوں تماشے بچھونے

## مصرعے مکمل کیجیے۔

1. سبزوں کی ________ باغات کی بہاریں
2. ________ کی جھجھاہٹ، قطرات کی بہاریں
3. ہر جا بچھا رہا ہے سبزا ہرے ________
4. ________ ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے
5. سب ________ ہو رہے ہیں، پہچان تیری قدرت
6. ________ پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت
7. جو مست ہوں ادھر کے کر ________ ناچتے ہیں
8. ________ اچھل رہے ہیں اور ________ ناچتے ہیں

## املا درست کیجیے۔

باگات کتراط صبزے خدرت ہق عان تیطر جور

## ان مصرعوں کو صحیح کر کے لکھیے۔

ہر جا بچھا رہا ہے ہر جا ہرے بچھونے
قدرت کے بچھ رہے ہیں کیا کیا ہرے بچھونے
جنگل میں ہو رہا ہے سبزا ہرے بچھونے
بچھوا دیے ہیں حق نے پیدا ہرے بچھونے

## عملی کام

- اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔
- برسات کی بہاروں کا ذکر اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- نظیؔر اکبرآبادی نے ہندوستان کے بہت سے تہواروں اور موسموں پر نظمیں کہی ہیں۔ 'برسات کی بہاریں' بھی ان کی ایک خوبصورت نظم ہے۔ اس نظم کے ذریعے شاعر نے اپنے وطن ہندوستان کے فطری حسن کا دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ یوں تو یہ نظم آسان ہے مگر اس میں بعض الفاظ، محاورے اور جملے ایسے بھی استعمال ہوئے ہیں جن کے ذریعے نظم کے لطف اور روانی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مثلاً بوندوں کی 'جھجھماہٹ' میں چمک دمک کے علاوہ ان کے گرنے کی آواز بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہرے بھرے گھاس کے میدان کو'' قدرت کا بچھونا'' کہہ کر خدا کی تعریف بیان کی گئی ہے اور اس کے انعام واکرام کا ذکر کیا گیا ہے۔
- اس کے علاوہ اس نظم میں ایک مصرع '' کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں'' بار بار آیا ہے۔ ایسی نظم جس میں ایک مصرع یا شعر بار بار آتا ہوا سے 'ترجیع بند' کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ نظم 'ترجیع بند' ہے۔
- مصرعے کے اس حصّے '' کیا کیا مچی ہیں'' میں جو لفظ 'مچی' استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں کسی کام کو جوش وخروش یا دھوم دھام کے ساتھ کرنا۔ شور مچنا، دھوم مچنا وغیرہ جیسے جملوں میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

# پتھر کا سوٗپ

کہتے ہیں کہ آئرلینڈ میں کسی زمانے میں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ وہ تھا بڑا عقل مند۔ وہ ایک بار دور دراز کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہوگیا۔ اب تو وہ بھوکا رہنے پر مجبور تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کرے، اور بھوک تھی کہ برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ اِدھر بارش ہونی شروع ہوئی تو رُکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔



اس کے تمام کپڑے پانی سے تر ہو گئے۔ رات ہو گئی تھی اور ابھی تو اُسے بہت دور جانا تھا۔ کچھ دور پر اسے ایک روشنی دکھائی دی۔ ''ارے یہاں تو کوئی رہتا ہے۔'' اس نے غور سے دیکھا اور ذرا قریب گیا تو پتا چلا کہ یہ تو شاندار مکان ہے۔ وہ ہمّت کر کے مکان کے قریب چلا گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا۔ یہ رسوئی گھر تھا۔



باورچی نے کہا۔ ''تم کو مجھ سے کیا کام ہے؟''

بوڑھے نے کہا۔ ''میں بہت بھوکا ہوں۔ مجھے کچھ کھلاؤ۔''

باورچی نے کہا۔ ''مجھے ابھی بہت کام ہے۔ ابھی مجھے مرغ کا گوشت پکانا ہے۔ مالک کے آنے کا وقت ہوگیا۔ تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔''

بوڑھے نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ ''اچھا تو مجھے اپنے کپڑے سُکھا لینے دو۔ دیکھتے نہیں مارے سردی کے تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ اور بہت تھک گیا ہوں۔ ذرا میرے اوپر رحم کرکے مجھے اتنی اجازت دے دو کہ میں تمھارے چولھے کے سامنے بیٹھ جاؤں۔ بس میں تھوڑی دیر بیٹھوں گا۔''

''اچھا تو تم چولھے کے پاس بیٹھ جاؤ، لیکن میرا وقت خراب مت کرو۔ چپ چاپ بیٹھو۔'' وہ بوڑھا شکریہ کہہ کر آگ کے پاس بیٹھ گیا۔

آگ تیز تو تھی ہی، اس کے کپڑے سوکھ گئے اور اس کے بدن میں گرمی آئی۔ اب اس کی بھوک اور بڑھ گئی۔ آخر اس نے اپنے دماغ پر زور ڈالا، اور اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے باورچی سے کہا۔ ''تم جانتے ہو، میں بہت اچھا باورچی ہوں۔ میں بہت اچھا سوُپ (شوربہ) تیار کرسکتا ہوں۔ اور اس میں خرچ بھی کم ہوتا ہے۔ اسے پتّھر سے تیار کرتے ہیں۔''

''پتھر کا سوُپ؛ میں نے تو ایسے سوُپ کا نام بھی نہیں سُنا۔ تم کیسے بناتے ہو؟''—— ''اس میں کیا مشکل ہے؟ میں ابھی تم کو سِکھا دیتا ہوں۔ پھر تم بھی پکاتے رہنا—'' باورچی نے اسے ہانڈی اور پانی دے دیا۔ بوڑھے نے ہانڈی میں تھوڑا پانی بھر کر آگ پر رکھ دیا۔ پھر اس نے ایک صاف سُتھرا پتھر جیب سے نکالا اور اچھی طرح دھوکر ہانڈی میں ڈال دیا۔ جب پانی کچھ گرم ہوگیا تو اس نے ذرا سا پانی لے کر چکّھا، اور بولا۔'' ''بڑا مزے دار سوُپ ہے۔ بس ذرا نمک پڑے گا۔ تم جانتے ہو کہ نمک تو ہر کھانے میں ہونا ضروری ہے۔'' باورچی نمک لینے گیا۔ سامنے میز پر کچھ سبز ترکاری رکھی تھی۔ بوڑھے نے بڑھ کر کچھ ترکاری بھی ڈال دی۔ اتنے میں باورچی نے نمک

لا کر دیا۔ بوڑھے نے ہانڈی کو دیکھا۔ ''بڑا اچھا سوپ تیار ہونے والا ہے۔ بس ذرا سا پیاز لہسن اور پڑے گا۔''

باورچی نے کہا۔ ''تم اسے دیکھتے رہو۔ کہیں زیادہ نہ پک جائے۔ میں ابھی پیاز اور لہسن لاکر دیتا ہوں۔'' اور ذرا سی دیر میں باورچی نے اسے کچھ پیاز لہسن اور مرچ لاکر دیے۔ بوڑھے نے پیاز، لہسن اور مرچ کاٹ کر ہانڈی میں ڈال دیے۔ اب ہانڈی میں سے بڑی اچھی خوشبو آئی۔ کتنا اچھا سوپ تیار ہوا ہے۔ بس اسے ذرا سا چلانے کی ضرورت ہے۔

باورچی نے کہا۔ ''تم فکر مت کرو، میں ابھی تم کو بڑا چمچا لاکر دیتا ہوں۔''

بوڑھے نے کہا۔ ''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ پتھر کے سوپ کی ہانڈی چمچ سے نہیں چلائی جاتی۔ یہ سامنے



گوشت رکھا ہے اگر تم کہو تو میں اس میں جو بڑی ہڈّی پڑی ہے اس سے اپنی ہانڈی چلالوں۔''

باورچی نے کہا۔''ضرور، ضرور۔'' اس نے بڑی سی ہڈّی اٹھالی، جس کے سرے پر کافی گوشت لگا ہوا تھا، اور اس سے ہانڈی کو چلانا شروع کر دیا۔ وہ ہانڈی چلاتا جاتا تھا اور باورچی سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ باورچی بھی بڑے غور سے ہانڈی کو دیکھ رہا تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ سوٗپ اچھا ہوا تو میں اس ترکیب سے پتھر کا سوٗپ پکا کر لوگوں کو دکھاؤں گا اور حیرت میں ڈال دوں گا اور لوگ میرا سوٗپ پینے کے لیے دور دور کے ملکوں سے آیا کریں گے۔

بوڑھے نے کہا۔''سوٗپ تو اچھا ہے۔ البتہ ذرا پتلا ہے۔ اس لیے اگر تمھارے پاس کچھ آٹا ہو تو مجھے دے دو۔ اس کو ڈال کر سوٗپ کو گاڑھا کردوں۔'' باورچی نے اسے تھوڑا سا آٹا دے دیا۔ اس نے یہ آٹا بھی ہانڈی میں ڈال دیا اور ہڈی سے چلاتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد چکھ کر بولا۔''بھائی ذرا سی کسر ہے ورنہ مجھے یقین ہے کہ تم نے ایسا سوٗپ کبھی چکھّا بھی نہ ہوگا۔'' باورچی نے کہا۔''نہیں بھائی میں کہاں چکھتا اور مجھے تو حیرت ہے کہ پتھر کا سوٗپ بھی تیار ہوسکتا ہے۔'' ''مگر اب کیا کسر رہ گئی ہے؟'' بوڑھے نے کہا۔''اگر اس وقت کہیں ذرا سا مکھّن اور بوند بھر دودھ ہوتا تو ہم یہ پتھر کا سوٗپ بادشاہ کو بھی پیش کر سکتے تھے۔''

باورچی نے کہا'' ذرا ٹھہرو۔ میرے پاس مکھّن اور دودھ دونوں ہیں۔'' ذرا سی دیر میں اس نے مکھّن اور دودھ لاکر دے دیا۔ بوڑھے نے اسے بھی ہانڈی میں ڈال دیا اور خوب اچھی طرح پھینٹنے لگا۔ ہانڈی میں سے اب اور اچھی خوشبو اٹھنے لگی۔ بوڑھے نے کہا'' اتنا شاندار سوٗپ تیار ہو رہا ہے۔ تم کہو تو یہ مُرغی کا گوشت بھی اس میں ڈال دوں۔ تاکہ کوئی کمی نہ رہ جائے اس پتھر کے سوٗپ میں۔''

باورچی تو غور سے ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے تو دنیا کی اور کسی چیز کا خیال نہ تھا۔ بوڑھے نے اُسے اپنی باتوں میں ایسا لگایا کہ اس نے کہا'' ضرور، ضرور۔''

اب بوڑھے نے مُرغی کا سارا گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ اور باورچی سے بولا۔'' اب ذرا سے صبر کی

ضرورت ہے۔تم دیکھنا کتنے مزے کی ہانڈی تیار ہوتی ہے۔ اب تو تمام رسوئی گھر میں ہانڈی کی خوشبو پھیل رہی ہے۔''



باورچی نے کہا۔''اور وہ بھی پتھر کا۔''

بوڑھے نے کہا۔''یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ میں تم کو کمال تو اَب دکھاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ہانڈی میں سے پتھر نکال لیا۔ اور دھوکر کہا۔''دیکھو یہ پتھر ابھی جوں کا توں موجود ہے۔''

باورچی یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا۔ اس کے بعد دونوں نے آدھا آدھا سُوپ پیا۔ باورچی کو خوب مزا آ گیا۔

اس نے کہا۔ ''میں نے ایسا سؤپ اپنی زندگی میں کبھی نہیں پیا تھا۔'' بوڑھے نے بھی خوب ڈٹ کر سؤپ پیا۔ اب بارش رک گئی۔ بوڑھے نے باورچی سے جانے کی اجازت مانگی۔ باورچی نے کہا۔ ''میرے پاس ایک پونڈ ہے۔ تم مجھے یہ پتھر دے دو۔ میں عمر بھر تمہارا احسان مانوں گا۔''

بوڑھے نے وہ پتھر باورچی کو دے دیا۔ اور پونڈ جیب میں ڈال کر چلتا بنا اور سوچنے لگا کہ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ''عقل بڑی ہوتی ہے نہ کہ بھینس۔'' جب ذرا باہر نکل گیا تو باورچی کو آواز دے کر بولا۔ ''کیوں بھائی ہانڈی پکانے کی ترکیب تو آ گئی؟'' ہاں۔ اور کیا۔ اب تو میں خود پکا سکتا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔ تمھارا بہت بہت شکریہ۔ ''کتنا مزے کا ہوتا ہے پتھر کا سؤپ۔''

اطہر پرویز



## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| سوُپ | : | شوربہ، سالن |
| خوشامد | : | چکنی چپڑی باتیں، چاپلوسی |
| کسر ہے | : | کمی ہے |
| ٹکٹکی باندھنا (محاورہ) | : | پلک جھپکائے بغیر دیکھنا |
| جوں کا توں | : | جیسا کا تیسا |
| پونڈ | : | انگلینڈ میں چلنے والے سکّے کا نام |
| احسان ماننا | : | ممنون ہونا، شکرگذار ہونا |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. بوڑھا کہاں رہتا تھا؟
2. بوڑھے کو سفر کے دوران کیا مصیبت پیش آئی؟
3. بوڑھے نے باورچی سے کیا درخواست کی؟
4. بوڑھے کو اپنی بھوک مٹانے کے لیے کیا ترکیب سوجھی؟
5. بوڑھے نے پتھر کا سوُپ کس طرح تیار کیا؟
6. باورچی کس بات سے حیرت میں پڑ گیا؟
7. باورچی نے بوڑھے کو خوش ہو کر کیا دیا؟
8. بوڑھے نے یہ کیوں کہا کہ عقل بڑی ہوتی ہے نہ کہ بھینس؟

## صحیح جملوں پر صحیح (✓) اور غلط پر غلط (×) کا نشان لگایئے۔

1. کسی زمانے میں ایک بوڑھا رہتا تھا وہ تھا بڑا بے وقوف۔ ( )
2. وہ ایک بار دور دراز کے سفر پر روانہ ہوا۔ ( )
3. بوڑھا سردی کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ( )
4. بوڑھے کے بدن میں گرمی آئی تو اُس کی بھوک ختم ہوگئی۔ ( )
5. بوڑھے نے ایک گندا پتھر جیب سے نکالا اور ہانڈی میں ڈال دیا۔ ( )
6. بوڑھے نے مرغی کا سارا گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ ( )
7. باورچی نے کہا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ پتھر مجھے مفت میں دے دو۔ ( )
8. کتنا مزے کا ہوتا ہے پتھر کا سوُپ۔ ( )

## نیچے دیے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

شاندار خوشامد ترکیب سوُپ مزہ حیرت

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

گرمی عقل مند خوشبو آدھا صبر

## عملی کام

○ بوڑھے نے پتھر کا سوُپ کس طرح تیار کیا، اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- اس کہانی میں باورچی کی سادگی اور نیکی سے چالاک بوڑھے نے فائدہ اٹھالیا، اپنی بھوک بھی مٹائی اور ایک پونڈ بھی حاصل کرلیا۔ اتنی سادہ لوحی بھی کسی کے لیے مناسب نہیں ہے۔

4713CH12

# حسرتؔ موہانی

سیّد فضل الحسن نام اور حسرتؔ تخلّص 1875 میں قصبہ موہان، ضلع اُنّاؤ، اُتّر پردیش میں پیدا ہوئے۔ بعض کتابوں میں ان کا سن پیدائش 1880 اور 1881 بھی ملتا ہے۔ وہ ایک کامیاب شاعر اور بے باک صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سرگرم سیاست داں اور مجاہدِ آزادی بھی تھے۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی۔ 1898 میں گورنمنٹ ہائی اسکول، فتح پور سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد 1899 میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج (موجودہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) میں داخلہ لے لیا۔ حسرتؔ نے بارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔



1903 کا سال حسرتؔ کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی سال وہ اپنے باغیانہ خیالات کی وجہ سے کالج سے نکالے گئے۔ اب حسرتؔ علی گڑھ کے محلّہ رسل گنج میں کرائے پر مکان لے کر رہنے لگے۔ انھوں نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اُسی سال چچا زاد بہن نشاط النسا بیگم سے اُن کی شادی ہوئی، جو ایک پڑھی لکھی، باہمّت، حوصلہ منداور مستقل مزاج خاتون تھیں۔ 1903 ہی میں حسرتؔ نے ایک علمی وادبی رسالہ ''اردوئے معلّیٰ'' جاری کیا۔ یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا۔ اُن کا شعر ہے۔

ہے مشقِ سخن جاری چکّی کی مشقّت بھی　　　اک طُرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

''اردوئے معلّیٰ'' میں ادبی اور سیاسی دونوں طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس پرچے نے اہلِ ہند

خصوصاً مسلمانوں کی سیاسی بیداری میں اہم رول ادا کیا۔حسرتؔ موہانی نے اس کے ذریعے قومی اتحاد، سیکولرازم اور کامل آزادی کی آواز بار بار بلند کی۔ وہ آزادی کے متوالے تھے۔ اس سلسلے میں کسی مصلحت پسندی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ انگریزی حکومت کی انھوں نے کھل کر مخالفت کی اور وہ انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہوگئے۔

اپریل 1908 کے ''اردوئے معلّیٰ'' میں ایک مضمون کی اشاعت پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے انھیں دوسال قیدِ بامشقت کی سزا سنائی اور پانچ سو روپے جرمانہ کیا۔جیل میں حسرتؔ نے کس طرح شب و روز گزارے ان کے اس شعر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے ؎

کٹ گیا قید میں ماہِ رمضان بھی حسرتؔ گرچہ سامان سحر کا تھا نہ اِفطاری کا

قید سے رہائی کے بعد حسرتؔ کے سیاسی خیالات میں اور شدّت پیدا ہوگئی۔ اس زمانے میں سودیشی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ اِس تحریک کا مطلب تھا کہ اپنے ہی ملک کی بنی ہوئی چیزیں خریدی اور استعمال کی جائیں۔ بدیسی مال کا بائیکاٹ کیا جائے۔ انھوں نے کھدر کا استعمال پہلے ہی شروع کر رکھا تھا۔عوام میں بھی سودیشی مال کے استعمال کو رائج کرنے کے لیے حسرتؔ نے علی گڑھ کے محلّہ رسل گنج میں ایک سودیشی اسٹور کھولا جو کامیابی سے چلا۔ 1920 میں حسرتؔ علی گڑھ کو خیر باد کہہ کر کانپور آ گئے اور یہاں بھی ایک سودیشی اسٹور قائم کیا۔

حسرتؔ موہانی کے مزاج میں سادگی بہت تھی۔ اُن کے لباس اور رہن سہن کو دیکھ کر گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ بلند پایہ شاعر، ادیب اور سیاست داں ہیں۔ انگریز حکومت کو حسرتؔ موہانی کی سیاسی سرگرمیاں قطعی پسند نہیں تھیں۔ انگریز انھیں ایک بڑا باغی سمجھتے تھے۔لیکن حسرتؔ ان سب باتوں سے بے نیاز اپنے مقصد میں لگے رہتے۔ 1913 میں اِن کا پریس ضبط کرلیا گیا۔ 1916 میں انھیں دوبارہ جیل بھیج دیا گیا۔ 1918 میں رہائی ملی تو آزادی کی جِدّ وجہد میں پھر مصروف ہوگئے۔

1921 میں حسرتؔ نے احمد آباد کے کانگریس کے اجلاس میں مہاتما گاندھی اور حکیم اجمل خاں کی مخالفت کے باوجود مکمل آزادی کی قرار داد پیش کی۔ حسرتؔ مکمل آزادی کا مطالبہ کرنے والے ہندوستان کے پہلے

مجاہدِ آزادی تھے۔ حسرتؔ موہانی کو تیسری بار 22 ؍اپریل 1922 کو دو سال کے لیے جیل بھیجا گیا۔ 1924 میں رہا ہوئے تو کانگریس کے بجائے مسلم لیگ اور کمیونسٹ پارٹی سے ناطہ جوڑ لیا۔ 1942 میں حسرتؔ مسلم لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے کانپور سے یوپی اسمبلی کے ممبر چنے گئے اور پھر پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے۔ ہندوستان کا آئین مکمل ہوا تو حسرتؔ نے اس پر دستخط کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ یہ اُن کے خوابوں کی تعبیر نہیں ہے۔

حسرتؔ موہانی کی سیرت اور کردار کا اندازہ ان چند واقعات سے کیا جاسکتا ہے :

’’ایک مرتبہ کانپور کے ایک سوداگر، جو حسرتؔ سے عقیدت رکھتے تھے، اُن سے ملنے آئے تو دیکھا کہ وہ کچھ لکھ رہے ہیں۔ یہ سلام کرنے کے بعد شکستہ بوریے پر ادب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حسرتؔ لکھتے جاتے اور بیچ بیچ میں ان سوداگر سے بات بھی کرتے جاتے۔ حسرتؔ کی پُشت پر ایک پھٹا پُرانا پردہ لٹک رہا تھا۔ وہ پردے کے پیچھے سے کچھ نکالتے اور منھ میں رکھ لیتے اور ڈیسک پر رکھی گُڑ کی ڈلی سے تھوڑا گُڑ کھا لیتے۔ سوداگر صاحب خاموشی سے دیکھتے رہتے۔ جب ضبط نہ ہوا تو عرض کیا کہ آپ کیا کھا لیتے ہیں، کچھ خادم کو بھی عطا ہو۔ حسرتؔ نے پردے کے پیچھے سے مٹّی کی ہنڈیا نکالی جس میں سوکھی روٹیاں پانی میں بھیگی ہوئی تھیں۔ حسرتؔ نے وہ ہنڈیا سوداگر صاحب کے آگے رکھ کر کہا لو کھا لو، فقیروں کا کھانا تم رئیس نہ کھا سکوگے۔ سوداگر آب دیدہ ہوگئے۔ حسرتؔ نے کہا آج تیسرا فاقہ ہے۔ شکر ہے سوکھی روٹی میسر آگئی، بڑی تسکین ہوگئی۔‘‘

’’حسرتؔ مشاعروں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ مشاعروں کے منتظمین شعرا کو سفر خرچ اور کلام سنانے کا معاوضہ بند لفافے میں پیش کرتے تھے۔ ایک بار حسرتؔ نے ایک مشاعرے میں شرکت کی۔ بعد میں منتظمین نے اُن کی خدمت میں لفافہ پیش کیا۔ اُنھوں نے فوراً کہا کہ مجھے سفر کا خرچ نہیں چاہیے۔ میں نے سفر میں کچھ خرچ نہیں کیا۔ ایک گارڈ مجھے اپنے ساتھ ڈبّے میں بٹھا کر لے آیا۔ ٹکٹ میں نے خریدا ہی نہیں۔ وہ گارڈ آج واپس جا رہا ہے اور مجھے اپنے ساتھ واپس لے جائے گا۔ منتظمین نے بہت کہا لیکن وہ انکار پر اڑے رہے اور بولے، ’’جب میں نے ٹکٹ پر کچھ خرچ ہی نہیں کیا تو آپ سے اخراجات لینے کا کیا سوال ہے......‘‘

’’حسرتؔ موہانی اپنے ایک دوست کے گھر میں مہمان تھے۔ کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ میزبان نے اُنھیں ایک قیمتی کمبل اوڑھنے کے لیے دیا۔ حسرتؔ نے وہ کمبل اس خیال سے نہیں اوڑھا کہ یہ بدیسی مال ہے۔ حسرتؔ رات بھر سردی میں کانپتے رہے مگر وہ کمبل نہیں اوڑھا۔‘‘

حسرتؔ ایک سچّے مذہبی انسان تھے۔ اُن میں بلا کی رواداری تھی۔ انھوں نے نعت اور منقبت کے علاوہ سری کرشن کی شان میں بھی اشعار لکھے ہیں۔

حسرتؔ نے پوری زندگی جِدّ و جہد میں گزاری۔ ان کی زندگی میں سادگی، خودداری، قلندری، بے باکی، اصول پسندی اور حق گوئی کے جو اوصاف تھے، اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ تحریکِ آزادی کے سلسلے میں انھیں ’’رئیس الاحرار‘‘ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ ان کا انتقال 13 مئی 1951 کو لکھنؤ میں ہوا۔ آج وہ فرنگی محل (لکھنؤ) کے قبرستان انوار باغ میں دفن ہیں لیکن سچ پوچھیے تو ان کی جگہ ہر سچّے محبِّ وطن کے دل میں ہے۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| تخلّص | : | وہ قلمی نام جو شاعر شعر میں استعمال کرتا ہے |
| بے باک | : | بے خوف، نڈر |
| صحافی | : | اخبار نویس |
| سیاست داں | : | سیاست جاننے والا |
| مجاہدِ آزادی | : | آزادی کے لیے لڑنے والا، آزادی کے لیے کوشش کرنے والا |
| انقلابی | : | تبدیلی لانے والا |
| باغیانہ | : | حکومت اور اقتدار کی مخالفت کرنا |
| مستقل مزاج | : | جس کے مزاج میں استقلال ہو، ٹھہراؤ ہو |
| آغاز | : | شروع |

| | | |
|---|---|---|
| وقف کرنا | : | مخصوص کرنا، بخشنا |
| مشقِ سخن | : | شاعری کی مشق، شعر کہنے کا سلسلہ جاری رکھنا |
| قیدِ بامشقّت | : | وہ قید جس میں قیدی سے سخت محنت کرائی جاتی ہے |
| خیر باد کہنا | : | چھوڑ دینا، ترک کرنا |
| طُرفہ | : | انوکھا، عجیب |
| بائیکاٹ کرنا | : | احتجاج کے طور پر ترک کرنا |
| سیکولرازم | : | تمام مذاہب کا احترام کرنا، مذہبی رواداری |
| متوالے | : | مست مولا، اپنی دُھن میں رہنے والا |
| مصلحت پسندی | : | موقع شناسی، حالات کے مطابق کام کرنا |
| اشاعت | : | پھیلانا، عام کرنا |
| سودیشی تحریک | : | گاندھی جی کے ذریعے چلائی گئی ایک تحریک کا نام جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے دیس میں بنی ہوئی چیزیں استعمال کی جائیں |
| کھدّر | : | معمولی اور موٹا کپڑا |
| رائج | : | جاری ہونا، جس کا رواج ہو |
| پارچہ فروشی | : | کپڑے بیچنا |
| سرگرمیاں | : | سرگرمی کی جمع، پورے جوش کے ساتھ کوئی کام کرنا |
| باغی | : | بغاوت کرنے والا، نافرمان |
| بے نیاز | : | بے پرواہ |
| ضبط کرنا | : | اپنے قبضے میں لے لینا |
| قضیہ | : | جھگڑا، مسئلہ |
| قرارداد | : | تجویز |
| تعبیر | : | خواب کا مطلب بیان کرنا |

| | | |
|---|---|---|
| شکستہ | : | پھٹا پُرانا، ٹوٹا پھوٹا، خستہ حال |
| بوریے | : | ٹاٹ |
| خادم | : | خدمت کرنے والا، انکساری اور عاجزی کے لیے بھی بولا جاتا ہے |
| آب دیدہ | : | آنکھوں میں آنسو آنا، غمگین ہونا |
| فاقہ | : | کھانا نہ ہونے کی وجہ سے بھوکا ہونا، کھانا نہ کھانا |
| تسکین | : | آرام، سکون |
| منتظمین | : | منتظم کی جمع، انتظام کرنے والے |
| معاوضہ | : | اُجرت، صلہ |
| اخراجات | : | خرچ کی جمع |
| میزبان | : | مہمان دار، وہ شخص جس کے یہاں مہمان آئے |
| حبس | : | گھٹن، قید |
| فطری جذبات | : | دلی جذبات |
| شورش | : | ہنگامہ، بغاوت |
| مہر | : | سورج |
| رواداری | : | روشن خیالی، بے تعصّبی |
| نعت | : | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے ہوئے اشعار |
| منقبت | : | وہ اشعار جو صحابہ کرامؓ، اولیا اللہ اور دوسرے نیک بندوں کی تعریف اور شان میں کہے جائیں |
| خودداری | : | غیرت مندی، عزّتِ نفس کا احساس |
| قلندری | : | جسے کسی چیز کی فکر نہ ہو، مال و دولت سے بے نیاز رہنا |
| اوصاف | : | وصف کی جمع، خوبیاں |
| احرار | : | حُر کی جمع، آزاد، رئیس الاحرار، آزاد لوگوں کے سردار |
| لقب | : | وہ نام جو اصل نام کے علاوہ دیا گیا ہو |
| محبِّ وطن | : | وطن سے محبت کرنے والا |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. حسرتؔ موہانی کا نام کیا تھا؟
2. 1903 کا سال حسرتؔ کی زندگی میں کیوں اہم ہے؟
3. حسرتؔ نے کون سا رسالہ نکالا۔ اس میں کس طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے؟
4. حسرتؔ کو 1908 میں جیل کیوں بھیجا گیا؟
5. انگریزی حکومت کو حسرتؔ موہانی کی سیاسی سرگرمیاں کیوں پسند نہ تھیں؟
6. حسرتؔ نے مکمل آزادی کی قرارداد کب اور کہاں پیش کی تھی؟

## صحیح بیان کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (×) کا نشان لگائیے۔

1. سید فضل الحسن حسرتؔ 1875 میں قصبہ موہان ضلع اناؤ، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ( )
2. وہ ایک کامیاب شاعر اور بے باک صحافی نہیں تھے۔ ( )
3. 1903 کا سال حسرتؔ کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ( )
4. حسرتؔ نے 'اردوئے معلّیٰ' جاری کر کے اپنی ادبی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ( )
5. انگریزی حکومت کو حسرتؔ موہانی کی سیاسی سرگرمیاں بہت پسند تھیں۔ ( )
6. 1942 میں حسرتؔ موہانی مسلم لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے یوپی اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ ( )
7. حسرتؔ ایک مذہبی انسان نہیں تھے۔ ( )
8. ان کی پوری زندگی جِدّ و جہد میں گزری۔ ( )

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

باہمّت مستقل مزاج مخالفت مکمل انکار نشاط

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

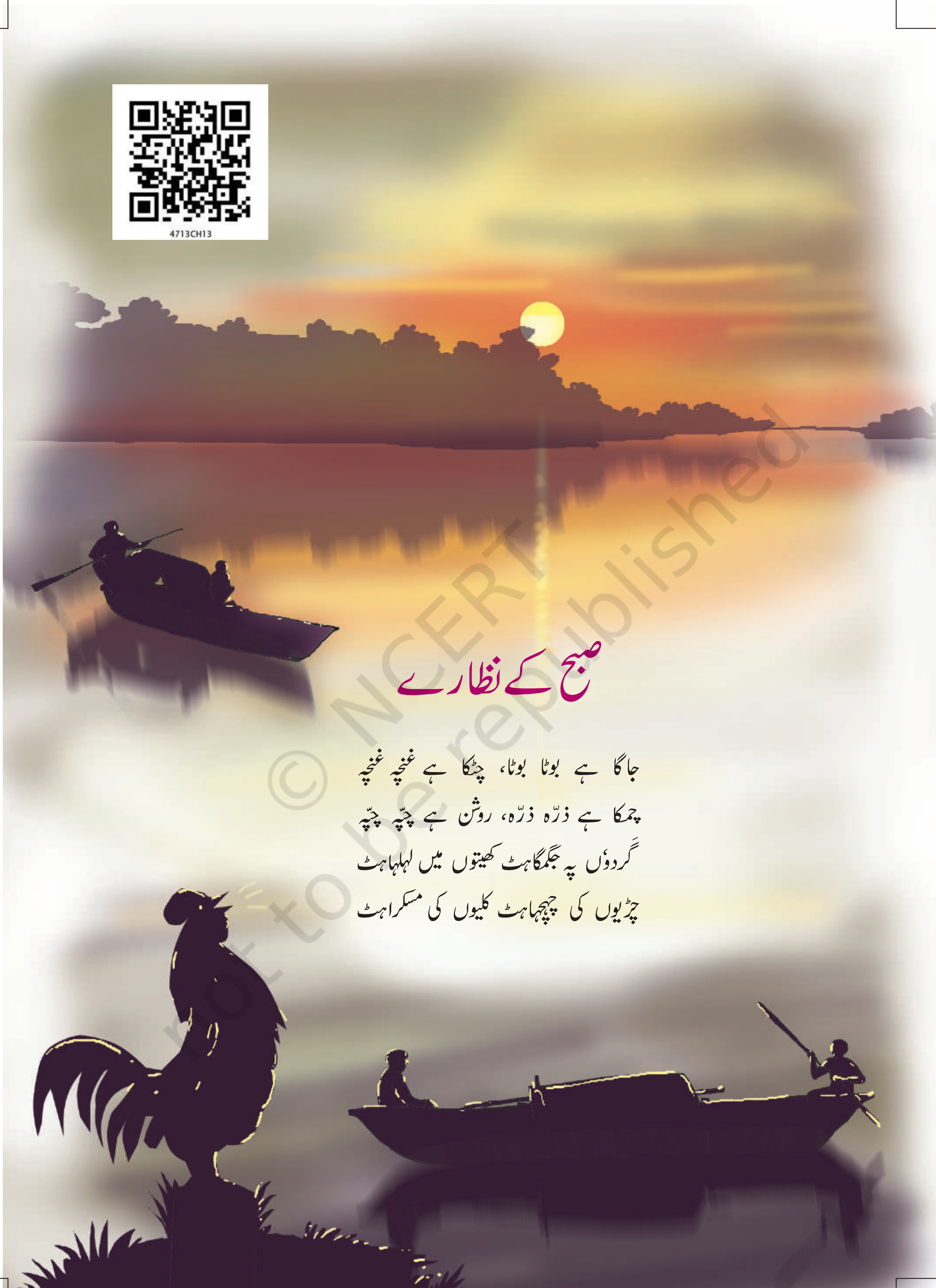
صحافی　　باغیانہ　　خیر باد کہنا　　آبدیدہ ہونا　　خودداری

## عملی کام

- آپ نے حسرتؔ موہانی کے بارے میں اپنے سبق میں پڑھا۔ آپ ان کی شخصیت سے کتنے متاثر ہوئے کم سے کم ایک صفحہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

## غور کرنے کی بات

- حسرتؔ موہانی کی پوری زندگی قومی اتحاد، سیکولرازم اور مکمل آزادی پانے کی چاہت سے بھر پور نظر آتی ہے۔ انھوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے انگریزی حکومت کی کھل کر مخالفت کی جس کے نتیجہ میں انھیں کئی بار جیل کی صعوبتیں بھی اٹھانی پڑیں۔
- مولانا کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ ان کا لباس اور رہن سہن کو دیکھ کر گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ بلند پایہ شاعر، ادیب اور سیاست داں ہیں۔
- مولانا کی زندگی، جِدّ و جہد، سادگی، خودداری، قلندری، بے باکی، اصول پسندی اور حق گوئی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ وہ ایک سچّے محبِّ وطن تھے۔



4713CH13

# صبح کے نظارے

جاگا ہے بوٹا بوٹا، چٹکا ہے غنچہ غنچہ
چمکا ہے ذرّہ ذرّہ، روشن ہے چپّہ چپّہ
گَردوں پہ جگمگاہٹ کھیتوں میں لہلہاہٹ
چڑیوں کی چہچہاہٹ کلیوں کی مسکراہٹ

شبنم کے آئینے کا عکسِ چمن دکھانا
پتوں کا شاد ہونا اور تالیاں بجانا
پھولوں میں دلکشی ہے، کانٹوں میں تازگی ہے
ہر دل میں اک خوشی ہے، ہر سمت روشنی ہے
وادی، پہاڑ، صحرا ہر ایک جگمگایا
دریا کو جوش آیا ساحل بھی گنگنایا



فطرت بہار پر ہے دُنیا نکھار پر ہے
ہر شے ہے خوبصورت، رنگین ہر نظر ہے
سچ پوچھیے تو منظر کیسے ہیں پیارے پیارے
دیتے ہیں لطف کیا کیا یہ صبح کے نظارے

سعادت نظیرؔ

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| نظارہ | : | منظر |
| غنچہ | : | کلی |
| گردُوں | : | آسمان |
| شاد | : | خوش |
| جوش | : | اُبال، ولولہ |
| فطرت | : | قدرت، نیچر |
| نکھار | : | خوب صورتی، رونق |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. ''بوٹا بوٹا جاگنے'' سے کیا مراد ہے؟
2. چپّہ چپّہ کیوں روشن ہے؟
3. ''گردُوں پہ جگمگاہٹ'' کا کیا مطلب ہے؟
4. صبح کے وقت ہر شے خوب صورت کیوں ہو جاتی ہے؟

.5 اس نظم میں صبح کا جو منظر بیان کیا گیا ہے اسے اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## مصرعوں کو مکمل کیجیے۔

.1 چمکا ہے ________ روشن ہے چپّہ چپّہ

.2 چڑیوں کی چہچہاہٹ کلیوں کی ________

.3 پتوں کا ________ ہونا اور ________ بجانا

.4 ہر دل میں اک خوشی ہے ہر سمت ________ ہے

.5 دریا کو جوش آیا ________ بھی ________

.6 ہر شے ہے خوب صورت ________ ہر نظر ہے

.7 دیتے ہیں ________ کیا کیا یہ صبح کے نظارے

## نیچے دیے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

جگمگاہٹ لہلہاہٹ چہچہاہٹ مسکراہٹ عکس
تازگی جوش نکھار نظر منظر لطف

## واحد سے جمع بنائیے۔

ذرّہ دنیا شے منظر وادی

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

جاگا شاد روشنی خوشی خوبصورت

## نیچے دیے ہوئے مصرعوں کو ترتیب سے لکھیے۔

فطرت بہار پر ہے دُنیا نکھار پر ہے
پھولوں میں دلکشی ہے کانٹوں میں تازگی ہے
چمکا ہے ذرّہ ذرّہ روشن ہے چپّہ چپّہ
ہر شے ہے خوبصورت رنگین ہر نظر ہے
ہر دل میں اک خوشی ہے ہر سمت روشنی ہے
جاگا ہے بوٹا بوٹا چٹکا ہے غنچہ غنچہ
دریا کو جوش آیا ساحل بھی گنگنایا
شبنم کے آئنے کا عکسِ چمن دکھانا
وادی، پہاڑ، صحرا ہر ایک جگمگایا
پتوں کا شاد ہونا اور تالیاں بجانا
دیتے ہیں لطف کیا کیا یہ صبح کے نظارے

## املا درست کیجیے۔

ذرّا اکس طالیاں طازگی سحرا ساہل فترت نزر لتف

## عملی کام

- اس نظم کا مطلب اپنے لفظوں میں لکھیے۔
- اپنے لفظوں میں شام کے نظارے بیان کیجیے۔

## غور کرنے کی بات

○ اس نظم میں شاعر نے صبح کے نظاروں کا نہایت خوب صورت اور دلکش انداز میں نقشہ کھینچا ہے۔ صبح کے نظاروں کے ساتھ کائنات کے تمام جاندار اپنے اپنے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ ہم سب اپنے کام صبح سے ہی شروع کر دیتے ہیں خواہ وہ اسکول جانا ہو یا روز مرّہ کے کام کاج ہوں۔ صبح ہوتے ہی زندگی کی چہل پہل شروع ہوجاتی ہے۔ ہر جاندار اپنے اپنے کام میں مصروف ہوجاتا ہے۔

4713CH14

# مولانا ابوالکلام آزاد





مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ وہ 1888 میں مکّہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد اپنے زمانے کے عالمِ دین اور مشہور واعظ تھے۔ مولانا آزاد کی پرورش ایسے خاندان میں ہوئی جو مذہبی مزاج رکھتا تھا۔ انھیں بچپن سے مطالعے کا شوق تھا۔ مگر ان کے والد کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ وہ کورس کی کتابوں کے علاوہ ادھر اُدھر کی کتابیں پڑھیں اور وقت خراب کریں۔ لیکن مولانا آزاد کا شوق کسی طرح کم نہیں ہوا۔ وہ اپنا یہ شوق اس طرح پورا کرتے کہ اپنے جیب خرچ سے موم بتیاں خرید کرلاتے اور جب گھر کے تمام لوگ سو جاتے تو موم بتی جلا کر لحاف کے اندر پڑھتے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایک مرتبہ لحاف بھی جلا دیا۔

مولانا آزاد کی ادبی زندگی کا آغاز گیارہ بارہ سال کی عمر سے ہوا۔ انھوں نے تیرہ برس میں فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ ان کا حافظہ بلا کا تیز تھا۔ وہ پہلے شاعری اور بعد میں نثر کی جانب متوجہ ہوئے۔ مولوی عبدالواحد نے ان کا تخلّص 'آزاد' رکھا، اس کے بعد انھیں مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے شہرت ملی۔ مولانا ابوالکلام نے پندرہ برس کی عمر میں 'لسان الصدق' جیسے جریدے کی ادارت کی۔ اور بیس سال کی عمر میں اخبار 'الہلال' کے ایڈیٹر بنے اور بڑا نام پایا۔ اس کے بعد 'البلاغ' جاری کیا۔ ان دونوں اخباروں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ہندوستان کی آزادی کی جدو جہد میں مولانا کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ آزادی کی تحریک کے مجاہد تھے۔ انھوں نے بہت پہلے محسوس کرلیا تھا کہ ہندوستان کے اندر نفرت کے بیج بو کر انگریز اپنی حکومت مستحکم کرنا

چاہتے ہیں۔ مولانا آزؔاد نے ہندومسلم اتّحاد پر زور دیا۔ انھوں نے اپنے خطبات اور مضامین میں بھی یہ بتایا کہ مشترکہ تہذیب اور قومی یکجہتی کے تصور کو عام کیے بغیر آزادی ممکن نہیں۔ اپنے سیاسی نظریات اور پرجوش صحافت کی وجہ سے مولانا کو کئی بار نظر بند کیا گیا، مگر وہ بہادر اور نڈر سپاہی کی طرح وطن کی آزادی کے لیے جدو جہد کرتے رہے۔

مولانا آزؔاد سچے محبِّ وطن تھے۔ انھوں نے وطن کی آزادی کے لیے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں لیکن اپنے راستے سے نہیں ہٹے۔ انھوں نے 'دوقومی نظریے' کی مخالفت کی۔ مسلمانوں کوتقسیم کے خطرات سے آگاہ کیا۔ تقسیم کے بعد جوفسادات ہوئے اس سے وہ بہت افسردہ تھے۔ انھوں نے دہلی کی جامع مسجد میں ہندوستانی مسلمانوں کے ایک جلسے کوخطاب کیا۔ اس تقریر کے ایک ایک لفظ سے دردمندی کا اظہار ہوتا ہے:

> ''عزیزو! ستارے ٹوٹ گئے تو کیا ہوا، سورج تو چمک رہا ہے۔ اس سے کرنیں مانگ لو اور ان اندھیری راہوں میں بچھا دو، جہاں اجالے کی سخت ضرورت ہے۔ آؤ عہد کریں کہ یہ ملک ہمارا ہے، ہم اس کے لیے ہیں اور اس کی تقدیر کے بنیادی فیصلے ہماری آواز کے بغیر ادھورے ہی رہیں گے۔''

مولانا آزؔاد، مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہرلعل نہرو سے بہت قریب تھے۔ یہ دونوں بھی مولانا کی بہت عزّت کرتے تھے۔ انھیں اپنا قریبی دوست مانتے تھے اور ان سے مشورے کرتے تھے۔ مولانا بڑی اچھی زبان لکھتے اور بولتے تھے۔ اس میں بڑی تاثیر تھی۔ بہت اچھی اور زور دار تقریر کرتے تھے۔ انگریز حکمراں ان سے ڈرتے تھے۔ جنگِ آزادی کے دوران مولانا نے جو تقریریں کی ہیں وہ بہت اہم ہیں۔

آزادی کے بعد وہ پہلے وزیرِ تعلیم بنے۔ وہ تعلیم سے سماج میں تبدیلی لانا چاہتے تھے۔ انسانی شعور کی ترقی کے لیے تعلیم کو لازمی سمجھتے تھے۔ عورتوں کی تعلیم کے حامی تھے۔ انھوں نے ملک کے تعلیمی نظام کا تفصیلی جائزہ لینے

کے لیے کئی کمیشن قائم کیے۔ انھوں نے جو بڑے ثقافتی ادارے قائم کیے ان میں ساہتیہ اکادمی، سنگیت اکادمی اور للت کلا اکادمی بہت مشہور ہیں۔ انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنس (ICCR) ان ہی کا قائم کیا ہوا ادارہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین، خطبات، مقالات اور مکاتیب کے مجموعے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ 'قولِ فیصل'، 'تذکرہ' مقالاتِ آزاد'، 'ترجمان القرآن' اور 'غبارِ خاطر' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ مولانا کا انتقال 1958 میں ہوا۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| عالمِ دین | : | دین کا علم جاننے والا |
| واعظ | : | وعظ کرنے والا، نصیحت کرنے والا |
| پرورش | : | پالنا، تعلیم و تربیت |
| مطالعہ | : | پڑھنا |
| تخلّص | : | وہ مختصر نام جو شاعر اپنے شعروں میں استعمال کرتے ہیں |
| جریدہ | : | اخبار، رسالہ |
| بیدار | : | جاگتا ہوا، ہوشیار، باخبر |
| خطبات | : | خطبہ کی جمع، تقریریں |
| ایڈیٹر | : | کتاب، رسالے یا اخبار کا مدیر |
| مجاہد | : | جہاد کرنے والا، جاں باز، اللہ کی راہ میں لڑنے والا |
| مستحکم | : | مضبوط |

| | | |
|---|---|---|
| اتحاد | : | دوستی، محبت، ایک ہوجانا |
| نظر بند کرنا | : | نقل وحرکت پر پابندی لگانا |
| محبِّ وطن | : | وطن سے محبت کرنے والا |
| صعوبتیں | : | صعوبت کی جمع، پریشانیاں |
| تاثیر | : | اثر |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. مولانا ابوالکلام آزادؔ کا اصل نام کیا تھا؟
2. مولانا آزادؔ کی پرورش کیسے خاندان میں ہوئی؟
3. مولانا آزادؔ کو بچپن سے کس بات کا شوق تھا؟
4. مولانا کا تخلّص 'آزاد' کس نے رکھا؟
5. مولانا نے کون کون سے اخبار جاری کیے؟
6. ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے مولانا آزادؔ نے کیا خدمات انجام دیں؟
7. مولانا آزادؔ نے کس نظریے کی مخالفت کی؟
8. گاندھی جی اور نہرو جی کی نظروں میں مولانا کا کیا مقام تھا؟
9. مولانا آزادؔ سے انگریز حکمراں کیوں ڈرتے تھے؟
10. آزادی کے بعد مولانا کو کون سا عہدہ دیا گیا؟
11. مولانا آزادؔ نے کون کون سے ادارے قائم کیے؟

12. مولانا آزآد کی دو مشہور کتابوں کے نام لکھیے؟

13. مولانا آزآد کا انتقال کب ہوا؟

## خالی جگہ کو صحیح لفظ سے بھریے۔

1. مولانا ابوالکلام آزآد ________ میں پیدا ہوئے۔

2. مولانا آزآد کو بچپن ہی سے ________ کا شوق تھا۔

3. انھوں نے تیرہ برس میں ________ کی تعلیم مکمل کی۔

4. مولانا بیس سال کی عمر میں اخبار ________ کے ایڈیٹر بنے اور بڑا نام پایا۔

5. ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں مولانا نے بہت اہم ________ ادا کیا۔

6. انھوں نے متحدہ قومیت اور ہندو مسلم ________ پر زور دیا۔

7. مولانا آزآد ________ اور پنڈت جواہر لعل نہرو سے بہت قریب تھے۔

8. مولانا بڑی اچھی ________ لکھتے اور بولتے تھے۔

9. آزادی کے بعد وہ پہلے ________ بنے۔

## صحیح جملے پر (✓) اور غلط پر (×) کا نشان لگایئے۔

1. مولانا کے والد اپنے زمانے کے عالمِ دین اور مشہور واعظ تھے۔ ( )

2. مولانا آزآد کو مطالعے کا شوق بالکل نہیں تھا۔ ( )

3. مولانا کے والد کو یہ بات بالکل پسند نہیں تھی کہ وہ کورس کی کتابوں کے علاوہ ادھر اُدھر کی کتابیں پڑھیں۔ ( )

4. وہ چالیس سال کی عمر میں اخبار 'الہلال' کے ایڈیٹر بنے۔ ( )

5. مولانا نے دوقومی نظریے کی پرزور مخالفت کی۔ ( )

6. گاندھی جی اور نہرو جی سے ان کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ( )

7. 'تذکرہ'، 'قولِ فیصل'، 'مقالاتِ آزاد'، 'ترجمان القرآن' اور 'غبارِ خاطر' ان کی کتابیں نہیں ہیں۔ ( )

## بلند آواز سے پڑھیے۔

واعظ تخلّص الہلال لسان الصدق البلاغ متحدہ قومیت نظر بند ایڈیٹر

## نیچے دیے ہوئے لفظوں کے متضاد لکھیے۔

پسند خراب زندگی آغاز آزادی نفرت عزت بہادر

## واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے۔

خاندان خطبات خواب مضامین نظریہ زبان تقریریں

حکمرانوں مقالہ مکاتیب وقت موم بتیاں انگریز

## مذکر اور مؤنث الگ کیجیے۔

نام مطالعہ شوق والد کتاب وقت جیب بازار موم بتی

لحاف عزت دوست مشورہ زبان تقریر جدّوجہد آزادی

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

پرورش مطالعہ تعلیم حافظہ مجاہد محبِّ وطن ایڈیٹر نظر بند

## غور کیجیے اور لکھیے ۔

- محی الدین مکّہ کتاب موم بتی مولوی عبدالواحد
  جامع مسجد دہلی مہاتما گاندھی پنڈت جواہرلعل نہرو ساہتیہ اکادمی
- یہ سب الفاظ لوگوں، جگہوں اور چیزوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں ایسے الفاظ اسم کہلاتے ہیں۔ مختلف قسم کے پانچ پانچ اسم لکھیے ۔

## یاد رکھیے۔

1. مولانا ابوالکلام آزاد، آزاد ہندوستان کے پہلے وزیرِ تعلیم تھے۔
2. وہ بڑی اچھی اور زوردار تقریر کرتے تھے۔
3. مولانا ابوالکلام آزاد کا مزار مینا بازار، جامع مسجد دہلی میں ہے۔

## عملی کام

- ہندوستان کی آزادی کی جد و جہد میں جن رہنماؤں نے اہم رول ادا کیا ان کی تصاویر اکٹھا کیجیے اور ان پر پانچ پانچ جملے لکھیے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب 'غبارِ خاطر' میں 'چڑیا اور چڑے' کی کہانی اپنے اسکول کی لائبریری میں جا کر پڑھیے۔

## غور کرنے کی بات

- مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان کے عظیم لوگوں میں سے ہیں۔ وہ ایک سچّے محبِّ وطن تھے۔ انھوں نے اہلِ وطن کی بہترین

رہنمائی کی۔ جب وطن میں آزادی کی تحریک چل رہی تھی اسی وقت دوقومی نظریہ پیدا ہوا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ اس وجہ سے یہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا دونوں کے لیے الگ الگ ملک ہونا چاہیے۔ مولانا نے اس نظریے کی شدید مخالفت کی کیوں کہ اس سے فرقہ پرستی پیدا ہو رہی تھی۔ مولانا آزاؔد نے اندازہ لگا لیا کہ اس نظریے کی وجہ سے ملک تقسیم ہو جائے گا اور ان کا خیال صحیح ثابت ہوا۔ مولانا آزاؔد ہمیشہ اتّحاد و اتفاق کے لیے کام کرتے رہے۔ اسی وجہ سے مہاتما گاندھی اور جواہر لعل نہرو جیسے بڑے رہنما بھی مولانا آزاؔد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا کی زندگی ایک محبِّ وطن کی کھری اور سچّی مثال ہے۔

4713CH15

# دو گز زمین

بہت دن ہوئے روس کے ایک گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اس کا نام تھا نجوم۔ نجوم کو اس بات کا غم کھائے جاتا تھا کہ وہ ایک بڑی زمین کا مالک نہیں ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس اتنی زمین ہو کہ کوئی کسان اس کی برابری نہ کر سکے۔ اسی گاؤں میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی جو کافی زمین کی مالک تھی۔ اُس نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا۔ گاؤں کے بہت سے لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زمین کے چھوٹے بڑے ٹکڑے خرید لیے۔ نجوم بھی زمین خریدنا چاہتا تھا مگر اس کے پاس رقم کم تھی۔ آخر زمین کی مالکہ اس پر راضی ہوگئی کہ بقیہ رقم وہ سال بھر بعد ادا کرے۔ اس طرح نجوم نے بھی تھوڑی سی زمین خرید لی۔ اب اس کے پاس پہلے سے زیادہ زمین تھی، مگر اس کے دل کو اطمینان نہ تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ ایک بڑا زمیندار بنے۔

ایک دن نجوم اپنے صحن میں بیٹھا تھا کہ ایک مسافر ادھر سے گزرا۔ نجوم نے اسے آواز دی اور پوچھا کہ آپ



کہاں سے آرہے ہیں۔ مسافر نے بتایا کہ میں والگاندی کے اس پار ایک زمین دیکھ کر آرہا ہوں۔ وہاں ایک نئی بستی بسائی جا رہی ہے اور لوگوں کو مفت زمین دی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چاہے تو زیادہ زمین خرید بھی سکتا ہے۔ نچوم کے تو دل کی مُراد بر آئی۔ وہ اپنی زمین اور مکان بیچ کے وہاں چلا گیا اور سرکار سے ملنے والی زمین کے علاوہ مزید زمین خرید کر ایک بڑی زمین کا مالک ہوگیا۔ اُس نے گاؤں کی بوڑھی عورت کو بقایا رقم بھی ادا کر دی۔

نئی جگہ پر نچوم کی دوستی نئے لوگوں سے ہوئی۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جن کے پاس نچوم سے زیادہ زمین تھی۔ چنانچہ اُسے اپنی زمین پھر چھوٹی لگنے لگی۔ ایک دن ایک تاجر سے نچوم کی ملاقات ہوئی۔ وہ تاجر مختلف علاقوں میں جا جا کر اپنا مال بیچتا تھا۔ اُس نے نچوم کو بتایا۔ ''یہاں سے دور باشکروں کے علاقے میں زمین بہت سستی ہے۔ باشکروں کے پاس زمین بے حساب ہے، مگر وہ کھیتی باڑی کرنا نہیں جانتے۔ مویشی پالتے ہیں اس لیے زمین بہت سستے داموں بیچ دیتے ہیں۔ یہ لوگ بہت سیدھے سادے ہیں۔ اگر ان کے لیے تحفے لے جاؤ تو وہ اور خوش ہو جائیں گے۔''

یہ سن کر نچوم کی باچھیں کھل گئیں اور وہ وہاں کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس نے بہت سے تحفے تحائف خریدے



اور ایک نوکر کو ساتھ لے کر باشکروں کے علاقے کی طرف چل پڑا۔ سات دن اور سات رات کا سفر کرنے کے بعد اُن کی گھوڑا گاڑی باشکروں کے علاقے میں پہنچ گئی۔ تحفے پا کر باشکر بہت خوش ہوئے اور نجوم کا شکریہ ادا کر کے پوچھا: ''ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟''

''میں آپ کی کچھ زمین خریدنا چاہتا ہوں۔'' نجوم نے کہا۔

''ہمارے پاس بہت زمین ہے۔ آپ جتنی اور جدھر کی زمین چاہیں پسند کر لیں۔'' ایک لمبے قد کا نوجوان جو کھال کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا، بولا۔ یہ باشکروں کا سردار تھا۔

''زمین کی قیمت؟'' نجوم نے سوال کیا۔

''ایک دن کے ایک ہزار روبل!'' سردار نے جواب دیا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' نجوم نے کہا۔

''مطلب یہ کہ ایک دن جتنی زمین کے اطراف آپ چکّر لگا لیں گے وہ ایک ہزار روبل میں آپ کی ہو جائے گی۔'' سردار نے جواب دیا۔



''ایک دن میں تو آدمی بہت بڑی زمین کے گرد چکّر لگا سکتا ہے۔'' نجوم نے خوش ہوکر کہا۔

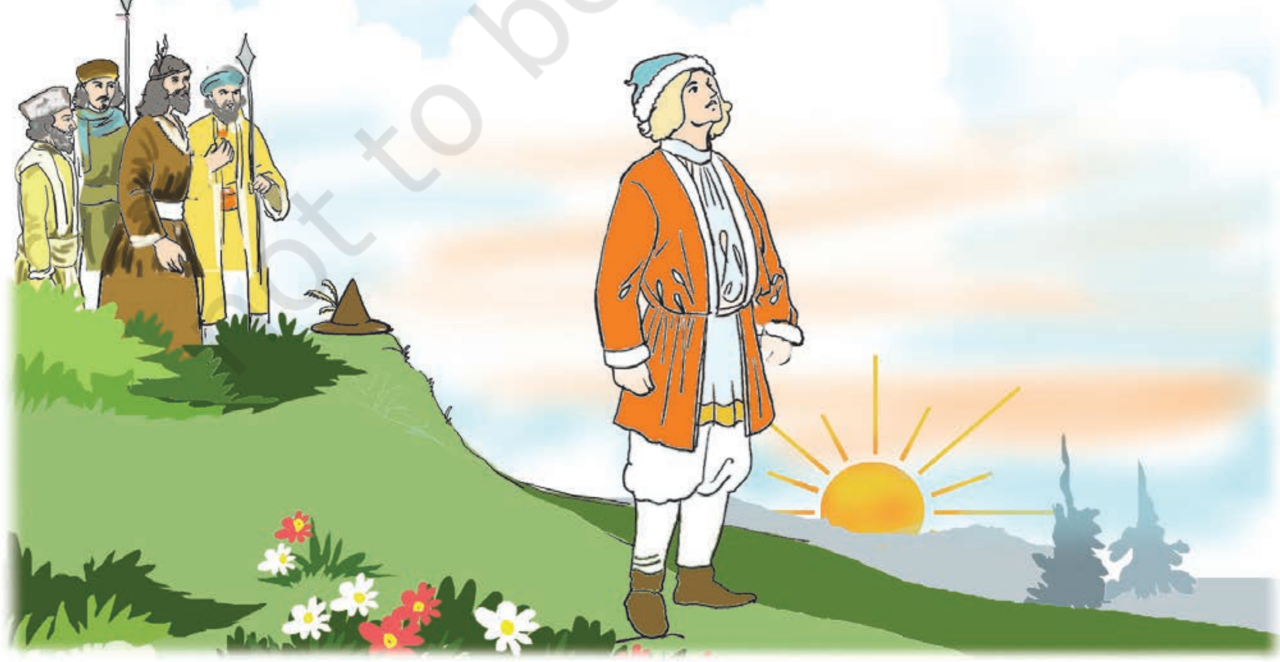
سردار نے جواب دیا: ''جی ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ جس جگہ سے آپ سورج نکلتے ہی چلنا شروع کر دیں گے، اُسی جگہ سورج ڈوبنے سے پہلے آپ کو پہنچنا ہوگا۔ اگر آپ پہنچ گئے تو جتنا بڑا چکر آپ لگا لیں گے اس کے اندر کی ساری زمین آپ کی ہوگی اور نہ پہنچ پائے تو نہ ہی زمین ملے گی اور نہ ہی آپ کی رقم واپس ہوگی۔''

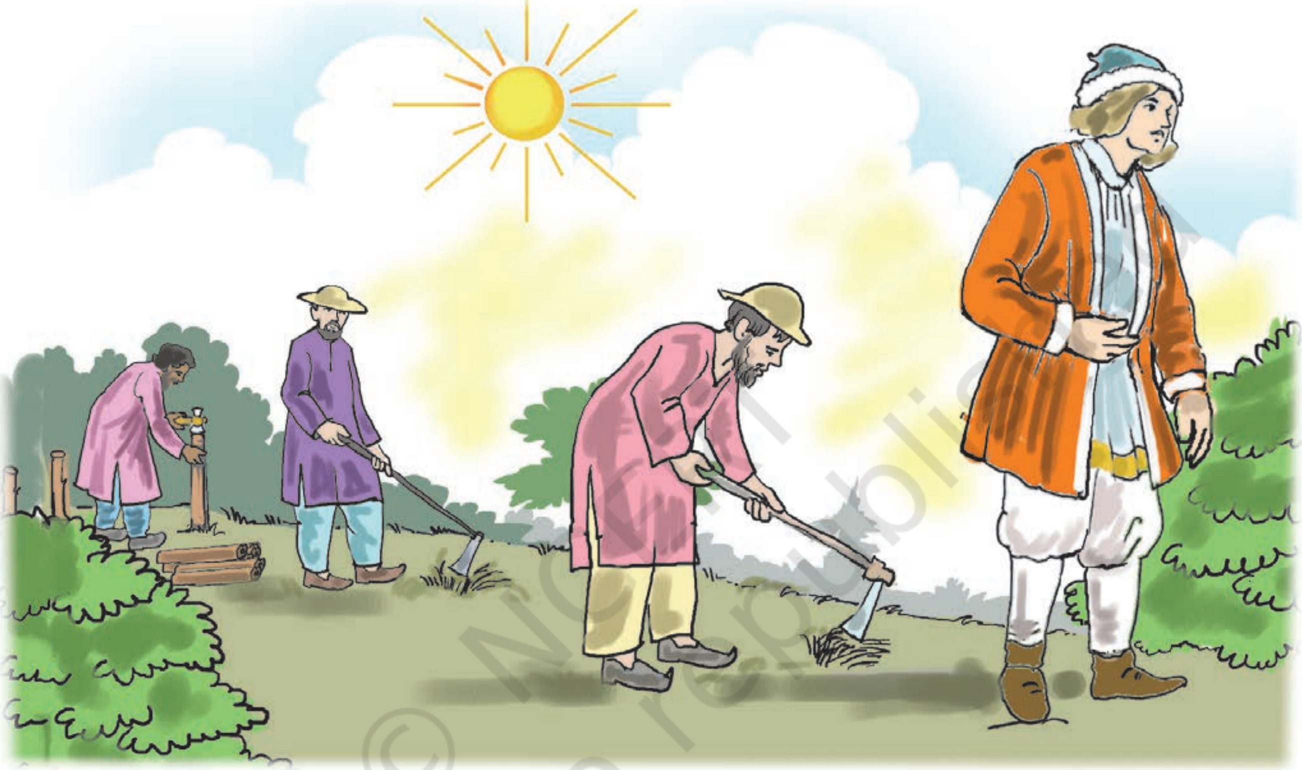
نجوم نے پہلے ہی سے طے کر لیا تھا کہ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کی طرف چلنا شروع کر دے گا، دوپہر سے پہلے بائیں کو گھوم جائے گا اور چکر لگاتا ہوا شام سے پہلے لوٹ کر ٹیلے پر پہنچ جائے گا۔

بھلا نجوم کو اس میں کیا اعتراض ہوسکتا تھا اس نے فوراً یہ شرط مان لی۔ رات زیادہ ہو چکی تھی نجوم سونے کے لیے چلا گیا۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ اس کو اپنا سفر شروع کرنا تھا۔ اس نے جلدی سے ملازم کو جگایا، تیزی سے تیار ہوا اور فوراً سردار کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔

سب باشکر وہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ ناشتہ کر کے سورج نکلنے سے پہلے ہی ٹیلے پر جمع ہو گئے۔ نجوم کو یہیں سے اپنا سفر شروع کرنا تھا۔ سردار نے اس سے ایک ہزار روبل لے کر اپنی ٹوپی میں ڈالے اور پھر ٹوپی زمین پر رکھ دی۔

چنانچہ اُدھر سورج نے مشرق سے جھانکا اور ادھر نجوم نے اپنا پہلا قدم اٹھایا۔ اس کے پیچھے پیچھے کئی باشکر



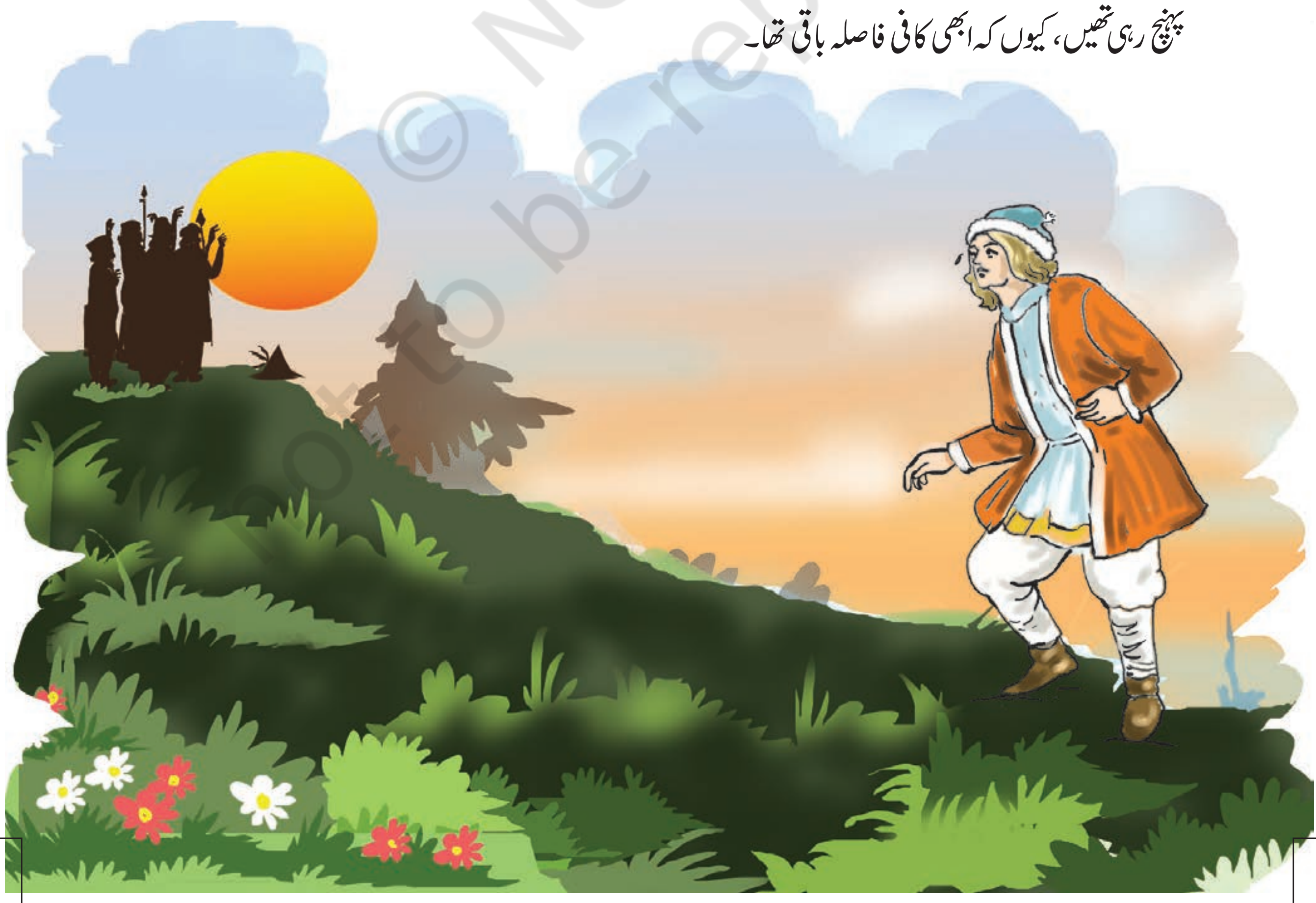


زمین میں کھونٹیاں گاڑتے چلے آرہے تھے۔تقریباً پانچ کلومیٹر تک وہ ایک ہی رفتار سے چلتا رہا۔ نہ بہت تیز نہ بہت آہستہ۔ اتنی دور چلنے کے بعد اس کے جسم میں گرمی آ گئی۔ اس نے اپنی واسکٹ کے بٹن کھول دیے اور ذرا تیز چلنے لگا۔کوئی پانچ میل اور چلنے کے بعد اُسے تھکن محسوس ہونے لگی۔سورج بھی اب کافی اوپر آ گیا تھا اور اس کی کرنیں آنکھوں میں چبھنے لگی تھیں۔ نجوم نے سوچا کہ کوئی پانچ میل سیدھا چلنے کے بعد وہ بائیں طرف مُڑ جائے گا اور سورج کے اوپر آتے ہی واپسی کا سفر شروع کردے گا۔مگر وہ جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا، اتنی ہی ہریالی اور اونچی گھاس اُسے نظر آتی تھی ۔اس کا مطلب یہ تھا کہ آگے کی زمین زیادہ زرخیز ہے۔ وہ لالچ میں آکر بڑھتا گیا اور بائیں طرف مُڑنا ہی بھول گیا۔

نجوم جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا، اتنی ہی اچھی زمین اس کے پیروں تلے آتی جاتی تھی اور زیادہ سے زیادہ زمین حاصل کرنے کی اس کی ہوس بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی رفتار اور بھی بڑھا دیتا تھا۔ اچانک اس کی نظر اپنے سائے پر پڑی جو اس کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ سورج مغرب کی طرف ڈھل چکا تھا، لیکن وہ واپس مڑنے کے بجائے بائیں طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب ٹیلے کی طرف مُڑنا چاہیے، مگر زمین کے لالچ نے اُسے مڑنے نہ دیا اور وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔

سورج ڈوبنے میں اب زیادہ دیر نہ تھی مگر اب تک اُسے ٹیلہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اُس کی سانس لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ حلق میں پیاس سے کانٹے پڑ گئے تھے۔ تھکن سے دم نکل رہا تھا۔ مگر وہ دوڑتا گیا، دوڑتا گیا۔ ڈوبتے سورج کی کرنیں اس کی آنکھوں میں چبھنے لگیں اور سامنے کا منظر دھندلا سا ہو گیا۔

اب اسے ٹیلہ نظر آنے لگا تھا۔ سورج ٹیلے کے پیچھے چلا گیا تھا اس لیے وہ ٹیلے پر کھڑے ہوئے لوگوں کے دھندلے سایے دیکھ سکتا تھا۔ وہ لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے بُلا رہے تھے لیکن اُن کی آوازیں اس کے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھیں، کیوں کہ ابھی کافی فاصلہ باقی تھا۔



نجوم نے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی۔ جیسے جیسے ٹیلہ نزدیک آتا گیا اُس کی جدوجہد بھی تیز ہوتی گئی لیکن اب پیر اُس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ ان سے خون رسنے لگا تھا۔ کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔ دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ دَم پھولنے لگا تھا اور جسم پسینے میں شرابور تھا، مگر وہ رُک نہیں سکتا تھا۔ اُسے ایک بہت بڑی زمین کا مالک جو بننا تھا۔

کسی نہ کسی طرح وہ ٹیلے کے قریب پہنچ گیا۔ لوگ اُس کی ہمت بڑھا رہے تھے۔ ''اور تیز اور تیز!'' کی آوازیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں۔ وہ ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ سردار کی ٹوپی اسے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ پھر وہ جان توڑ کر دوڑنے لگا لیکن تیزی سے ٹیلے پر چڑھنا آسان نہ تھا۔ وہ بار بار ٹھوکریں کھا رہا تھا، اُدھر سورج کی کرنیں ٹوپی کے کناروں کو چھو رہی تھیں۔ اچانک نجوم زبردست ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ گرتے گرتے بھی اپنا ہاتھ ٹوپی کی طرف بڑھایا، مگر وہ اس کی انگلیوں سے اب بھی کچھ دور ہی تھی۔



سورج ڈوبنے کے ساتھ ساتھ نچوم کی زندگی کا آفتاب بھی ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اس کے دل کی حرکت بند ہوچکی تھی۔ سردار کی ٹوپی اور نچوم کے بیچ دوگز کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ اسی جگہ پر قبر کھود کر نچوم کو دفنا دیا گیا۔

ہر انسان کی طرح نچوم کے حصّے میں بھی دوگز زمین ہی آئی۔

ٹالسٹائی

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| روس | : | ایک ملک کا نام |
| رقم | : | روپے، پیسے |
| بقیہ | : | باقی، بچا ہوا |
| زمیندار | : | زمینوں کا مالک |
| والگا | : | روس کی ایک ندی کا نام |
| مراد برآنا | : | تمنا پوری ہونا، مقصد پورا ہونا |
| مزید | : | زیادہ |
| بقایا | : | بچا ہوا، باقی، وہ رقم جس کی ادائیگی دوسرے پر واجب ہو |
| باشکر | : | روس کے ایک قبیلے کا نام جو مویشی پالتا ہے |
| مویشی | : | پالتو جانور، وہ چوپایے جن سے کھیتی باڑی کے کاموں میں مدد لی جاتی ہے |
| زرخیز زمین | : | اپجاؤ زمین، وہ زمین جس میں پیداوار زیادہ ہو |
| روبل | : | روسی سکّہ |
| اعتراض | : | بات کاٹنا، رائے سے اختلاف کرنا |
| قطار | : | لائن، صف |

| | | |
|---|---|---|
| سردار | : | حاکم، افسر |
| ٹیلہ | : | پہاڑی، مٹی کا تودہ |
| واسکٹ | : | بغیر آستین کی جیکٹ |
| بوجھل | : | بھاری |
| ہوس | : | حرص، زیادہ لالچ |
| غم کھانا (محاورہ) | : | کڑھنا یا اندر ہی اندر دکھ برداشت کرنا |
| حیثیت کے مطابق | : | بساط کے برابر، مقدور بھر، اپنی حالت کے مطابق |
| باچھیں کھلنا (محاورہ) | : | بہت خوش ہونا |
| ہاتھوں ہاتھ لینا (محاورہ) | : | خوش آمدید کہنا، گرمجوشی سے استقبال کرنا |
| جان توڑ کر | : | پوری طاقت لگا کر |
| زندگی کا آفتاب غروب ہونا | : | مرجانا، زندگی کا سورج ڈوب جانا |
| جدّ وجہد | : | مسلسل کوشش، لگاتار محنت |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. نجوم کی کیا خواہش تھی؟
2. مسافر نے نجوم کو کون سی خوش خبری سنائی؟
3. خوش خبری سن کر نجوم نے کیا کیا؟
4. تاجر نے نجوم کو کیا مشورہ دیا؟
5. باشکروں نے نجوم کی کیا تواضع کی؟
6. باشکروں کے سردار نے زمین فروخت کرنے کی کیا شرط رکھی؟
7. نجوم آگے کیوں بڑھتا چلا گیا؟

8. نجوم کا یہ انجام کیوں ہوا؟

## نیچے دیے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

حیثیت اطمینان بقایا قطار تواضع رفتار
سفر زرخیز لالچ قبضہ احساس شرابور

## واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے۔

رقم تحفے مطلب اطراف شرط اعتراض ٹوپی
احساس منظر سیٹیاں انگلیوں حرکت کھونٹیاں

## صحیح جملے پر صحیح (✓) اور غلط پر غلط (×) کا نشان لگائیے۔

1. بوڑھی عورت نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا۔ ( )
2. نجوم چاہتا تھا کہ وہ ایک بڑا زمیندار بنے۔ ( )
3. باشکروں کے پاس زمین کم تھی۔ ( )
4. ہر جھونپڑی کے پیچھے موٹر گاڑیاں بندھی ہوتی تھیں۔ ( )
5. میں آپ کی زمین خریدنا چاہتا ہوں۔ ( )
6. سردار نے اس سے دو ہزار روبل لے کر اپنی ٹوپی میں ڈالے۔ ( )
7. ہمارا ملازم اس ٹوپی کے پاس موجود رہے گا۔ ( )
8. دور دور تک ٹیلہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ( )
9. لوگ اس کی ہمت گھٹا رہے تھے۔ ( )

## خالی جگہ کو بھریے۔

1. نچوم بھی ____________ خریدنا چاہتا تھا۔
2. لوگوں کو ____________ زمین دی جارہی ہے۔
3. ایک دن ____________ سے نچوم کی ملاقات ہوئی۔
4. ایک دن میں تو آدمی بہت بڑی زمین کے ____________ چکّر لگا سکتا ہے۔
5. اس کے پیچھے پیچھے کئی ____________ زمین میں کھونٹیاں گاڑتے چلے آرہے تھے۔
6. سورج کی کرنیں اس کی ____________ میں چبھنے لگی تھیں۔
7. وہ ____________ میں آکر آگے بڑھتا گیا اور بائیں طرف مڑنا ہی بھول گیا۔
8. اس کی سانس ____________ کی طرح چل رہی تھی۔
9. لوگ اس کی ____________ بڑھا رہے تھے۔
10. سردار کی ٹوپی اور نچوم کے بیچ ____________ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

اطمینان زرخیز موجود بوجھل دھندلا غروب

## غور کرنے کی بات

- یہ کہانی روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی ہے۔ ٹالسٹائی عالمی شہرت رکھنے والے ادیب تھے۔ انھوں نے کئی ناول اور افسانے لکھے ہیں۔ ان کے ناول 'جنگ اور امن' کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی تحریروں میں اصلاحی پہلو بہت نمایاں ہے۔
- اس کہانی میں 'نچوم' نام کے ایک کردار کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسان حرص و ہوس میں پھنس کر کس طرح اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

- انسان کی ضروریات محدود ہوتی ہیں۔ اس کی ہوس لامحدود ہے۔ یہ ایک نہایت دلچسپ، سادہ اور خوبصورت انداز میں لکھی گئی کہانی ہے۔ اسے پڑھ کر انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا انجام یکساں ہوتا ہے۔ سب کے حصے میں بالآخر دو گز زمین آتی ہے۔ اس لیے لالچ میں اپنی زندگی کو خراب کرنا دانش مندی نہیں ہے۔



4713CH16

# ایک مکڑا اور مکھّی

اِک دن کسی مکھّی سے یہ کہنے لگا مکڑا
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمھارا

لیکن مِری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھّا

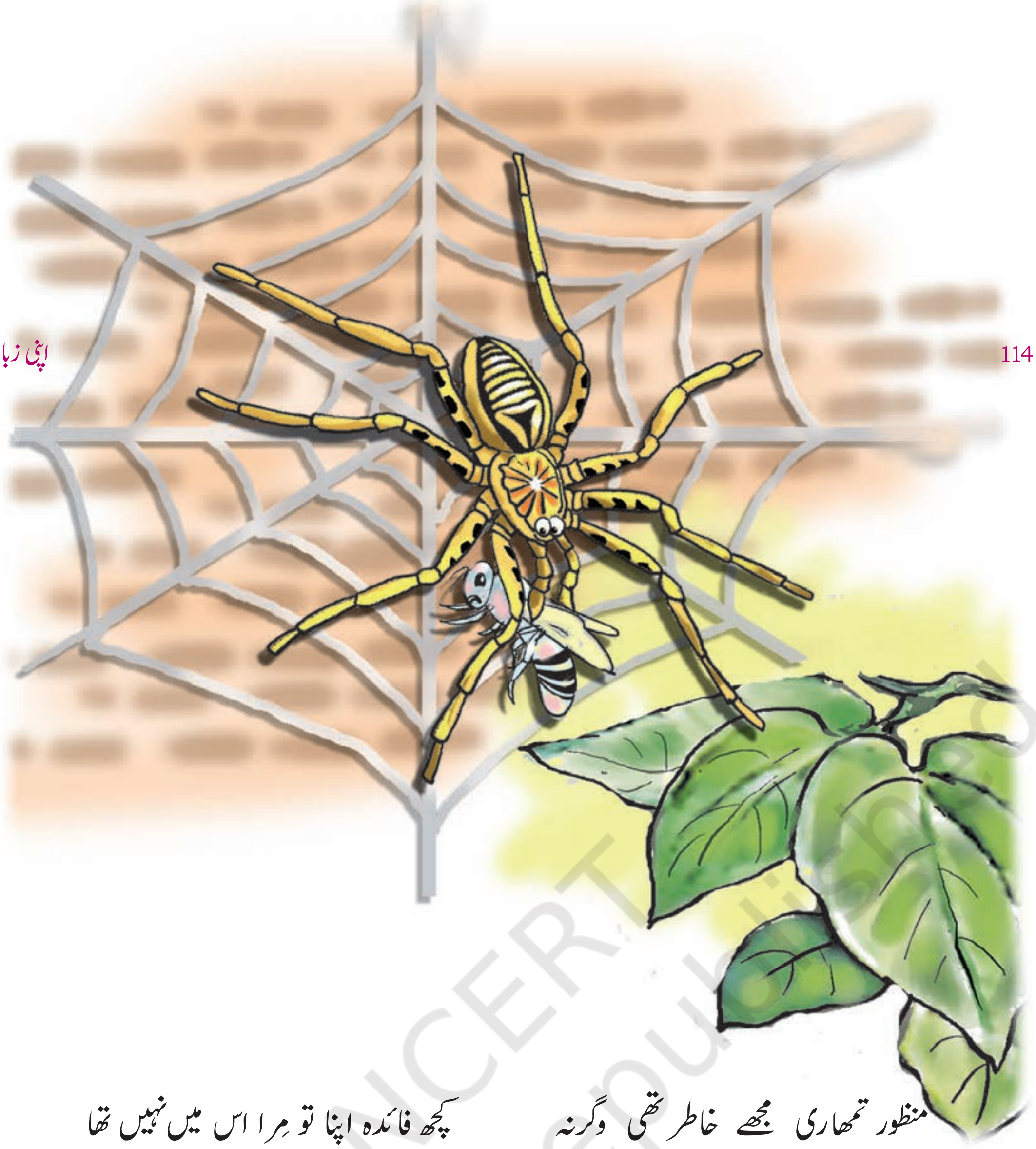
غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا

آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

مکھّی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی
حضرت! کسی نادان کو دیجیے گا یہ دھوکا

اس جال میں مکھّی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اُترا

مکڑے نے کہا واہ! فریبی مجھے سمجھے
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا



منظور تمھاری مجھے خاطر تھی وگرنہ  کچھ فائدہ اپنا تو مِرا اس میں نہیں تھا
اُڑتی ہوئی آئی ہو خُدا جانے کہاں سے  ٹھہرو جو مِرے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا
اس گھر میں کئی تم کو دِکھانے کی ہیں چیزیں  باہر سے نظر آتی ہے چھوٹی سی یہ کٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے  دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے  ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا
مکھّی نے کہا خیر! یہ سب ٹھیک ہے لیکن  میں آپ کے گھر آؤں ، یہ اُمّید نہ رکھنا
اِن نرم بچھونوں سے خُدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی اِن پہ تو پھر اُٹھ نہیں سکتا
مکڑے نے کہا دل میں، سُنی بات جو اُس کی  پھانسوں اسے کس طرح یہ کمبخت ہے دانا

سَو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا

یہ سوچ کے مکھّی سے کہا اس نے بڑی بی
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رُتبا

ہوتی ہے اسے آپ کی صورت سے محبت
ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا

آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں
سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا

یہ حسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی
پھر اس پہ قیامت ہے یہ اُڑتے ہوئے گانا

مکھّی نے سُنی جب یہ خوشامد تو پسیجی
بولی کہ نہیں آپ سے مجکو کوئی کھٹکا

اِنکار کی عادت کو سمجھتی ہوں بُرا میں
سچ یہ ہے کہ دِل توڑنا اچھّا نہیں ہوتا

یہ بات کہی اور اُڑی اپنی جگہ سے
پاس آئی تو مکڑے نے اُچھل کر اُسے پکڑا

بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھّی کو اُڑایا

اقبالؔ

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| کُٹیا | : | جھونپڑی |
| کِھنچ کے رہنا | : | دوُر دوُر رہنا، خفا رہنا |
| فریبی | : | مکّار، دغاباز، دھوکا دینے والا |
| خاطر | : | لحاظ |
| وگرنہ | : | ورنہ |
| میسّر | : | حاصل ہونا، مہیا ہونا |

| | | |
|---|---|---|
| دانا | : | عقل مند، ہوشیار |
| درجہ | : | عہدہ، منصب |
| کَنیاں | : | کنی کی جمع، قیمتی پتھر کا ٹکڑا |
| کلغی | : | بعض پرندوں کے سر پر تاج کی طرح چند پَر سجے ہوتے ہیں، وہ پَر جنھیں بادشاہوں کے تاج یا ٹوپی پر سجاوٹ کے لیے لگایا جاتا ہے |
| پسیجنا | : | پگھلنا، نرم پڑنا |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. مکڑا مکھّی کو اپنے گھر کیوں بلانا چاہتا تھا؟
2. ''جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اترا'' سے کیا مُراد ہے؟
3. مکھّی نے مکڑے کو فریبی کیوں کہا؟
4. مکڑے نے اپنے گھر کی کیا کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟
5. مکھّی مکڑے کی باتوں میں کس طرح آ گئی؟

## مصرعوں کو مکمل کیجیے۔

1. اس راہ سے ہوتا ہے ________________
2. اپنوں سے مگر چاہیے یوں ________________
3. اُڑتی ہوئی آئی ہو ________________
4. مکڑے نے کہا دل میں ________________
5. مکھّی نے سنی جب یہ ________________
6. آرام سے گھر بیٹھ کے ________________

## ان لفظوں کے متضاد لکھیے۔

عزت　منظور　نادان　فائدہ　آرام　حاضر　محبت　خوبی　انکار

## املا درست کیجیے۔

کسمت　اجّت　منجور　کھاتر　کلگی　ھسن　سفائی　کیامت　آدت

## اشعار مکمّل کیجیے۔

(i) ایک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا ______

(ii) ______ حضرت! کسی نادان کو دیجیے گا یہ دھوکا

(iii) یہ حسن ، یہ پوشاک ، یہ خوبی ، یہ صفائی ______

(iv) مکھّی نے کہا'' خیر! یہ سب ٹھیک ہے لیکن ______

(v) بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی ______

## نیچے دیے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

گزر　منظور　نادان　فریبی　خاطر　باریک　آرام　خوشامد

## محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

قسمت جاگنا　اچھے دن آنا، دِن پھرنا　پاؤں رکھنا　قدم رکھنا

کھنچ کے رہنا　دُور دُور رہنا　دل توڑنا　نا اُمید کرنا، مایوس کرنا

دل پسیجنا　نرم پڑنا

# غور کرنے کی بات

- علامہ اقبالؔ نے بڑوں کے علاوہ بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ بچوں کے لیے ان کی مشہور نظموں میں 'ایک پہاڑ اور گلہری'، 'ایک گائے اور بکری'، 'ایک پرندہ اور جگنو' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ان نظموں میں جاندار اور بے جان چیزوں کے درمیان بات چیت یا مکالمے کے ذریعے برائیوں سے بچنے کا سبق دیا گیا ہے۔ ایسی نظمیں جن میں کرداروں کے ذریعے گفتگو کی گئی ہو، مکالماتی نظمیں کہلاتی ہیں۔ 'ایک مکڑا اور مکھّی' بھی ایسی ہی ایک مکالماتی نظم ہے۔
- اس نظم میں ایک بھوکا مکڑا مکھّی کو کھانا چاہتا ہے مگر مکھّی آسانی سے اس کے ہاتھ نہیں آسکتی اس لیے مکڑا چاپلوسی کے انداز میں اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے مگر مکھّی اس کے چکّر میں نہیں آتی۔ پھر مکڑا خوشامد کا حربہ استعمال کرتا ہے خوشامد ایک ایسا حربہ ہے جس کے اثر سے بچنا مشکل ہے چنانچہ مکڑے کا داؤ چل جاتا ہے، مکھّی خوشامد سے پسیج کر جیسے ہی اس کے قریب آتی ہے مکڑا لپک کر اسے پکڑ لیتا ہے اور ہڑپ کر جاتا ہے۔
- اقبالؔ نے اس نظم میں بڑی خوبی سے خوشامد پسندی کے انجام سے آگاہ کیا ہے۔ خوشامد، چاپلوسی ہے۔ جس کے ذریعے جھوٹی تعریف کرکے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہی کام مکڑے نے کیا ہے۔ اس نظم میں کئی الفاظ اور جملے ایسے ہیں جن کے دو معنی ہیں مثلاً 'گزر ہونا' جس کے معنی ہیں 'گزر بسر کرنا'، 'گزارا کرنا' یا 'آنا جانا' اس نظم میں یہ لفظ 'آنے جانے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح اس نظم کا آخری شعر ہے۔

بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھّی کو اُڑایا

مکھّی اُڑانے کے معنی ہیں 'مکھّی بھگانا' دوسرے معنی مکھّی کھانا بھی ہیں۔ اس شعر میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

# خلاباز خواتین

چاند پر قدم رکھنے کے بعد انسان نے خلاؤں میں بھی پرواز شروع کر دی ہے۔ یہ انسانی ترقی کا ایک بہت بڑا قدم ہے۔ ہم کائنات کے ایک چھوٹے سے سیّارے یعنی زمین پر رہتے ہیں۔ ہماری زمین کی سطح فضا سے زیادہ بلند نہیں ہے۔ ساٹھ کلومیٹر تک تو خاصی ہوا ہے لیکن تقریباً تین سو کلومیٹر کے بعد اس کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس سے آگے ایک بے کنار اور سنسان کائنات ہے جہاں آواز، ہوا، پانی، روشنی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی خلا ہے۔

خلائی پرواز کی ابتدا روس نے کی تھی۔ اُس نے 4/ اکتوبر 1957 کو اپنا پہلا خلائی جہاز اسپوتنک اوّل خلا میں بھیجا تھا۔ اس کامیابی کے بعد اسے انسانوں کو خلا میں بھیجنے کا خیال آیا۔ چنانچہ روس نے ہی اپنے دوسرے خلائی جہاز اسپوتنک دوم کے ذریعے لائیکا نام کی ایک کُتیا کو خلا میں بھیجا۔ اس کے بعد امریکہ نے باری باری سے دو کُتّے اور دو بندر بھیجے۔ یہ دراصل انسان کو خلا میں بھیجنے کی تیاری تھی۔ سب سے پہلے جو انسان خلائی سفر پر گیا وہ روسی خلاباز یوری گگارین تھا۔ اس نے 12/ اپریل 1961 کو زمین کے گرد ایک پورا چکّر لگایا تھا۔ یوری گگارین کے کامیاب خلائی سفر سے سائنس دانوں کا حوصلہ بلند ہوا۔

خلابازی کی مہم میں عورتیں بھی مردوں سے کسی طرح پیچھے نہیں رہیں۔ یوری گگارین کے بعد روس کی ہی ایک خاتون ویلینٹینا ترشیکوا نے خلا میں جانے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ دوسرے روسی خلابازوں کے ساتھ جون 1963 میں خلا میں گئی تھیں۔ پانچ دنوں تک وہاں رہنے اور زمین کے اٹھارہ چکر لگانے کے بعد واپس آئیں۔

روس کے بعد امریکہ نے بھی اس سلسلے میں پہل کی۔ امریکہ کی تین خواتین کامیابی کے ساتھ خلا کا سفر کر چکی ہیں۔ اس میں پہلی سیلی رائڈ ہیں جو دو بار خلا میں جا چکی ہیں۔ سب سے پہلے وہ 18/ جون 1983 کو امریکہ کے 'چیلنجر' نامی

شٹل کے ذریعے خلا میں گئی تھیں۔ دوسری بار سیلی رائڈ اکتوبر 1984 میں ایک اور خاتون کیتھی سلیوان اور پانچ دوسرے خلابازوں کے ساتھ خلا میں بھیجی گئیں۔ خلا میں جانے والی تیسری امریکی خاتون جوڈتھ ریجنک ہیں۔

ہندوستان بھی خلائی سفر کی مہم میں ترقی یافتہ ممالک سے تعاون حاصل کر رہا ہے۔ پہلی بار 21/نومبر 1963 کو ایک راکٹ تری وندرم کے نزدیک تھمبا کے مقام سے خلا میں داغا گیا تھا۔ پہلا خلائی راکٹ 18/جولائی 1980 کو سری ہری کوٹا سے چھوڑا گیا۔ حیدرآباد کے راکیش شرما پہلے ہندوستانی خلاباز ہیں۔ اسی طرح ریاست ہریانہ کے شہر کرنال کی کلپنا چاؤلا کو پہلی ہندوستانی خلاباز خاتون ہونے کا فخر حاصل ہے۔



کلپنا کی پیدائش ہریانہ کے ضلع کرنال میں یکم جولائی 1961 کو ایک متوسط خاندان میں ہوئی۔ ان کے والد بنواری لال چاؤلا ایک چھوٹے بیوپاری ہیں اور ماں ایک گھریلو خاتون۔ کلپنا ان کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ عام سی دکھائی دینے والی، سانولی اور دبلی پتلی کلپنا دُھن کی پکّی اور ارادے کی مضبوط تھی۔ ان خوابوں کو پورا کرنا ہی اس نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔

کلپنا نے کرنال کے ٹیگور بال نکیتن پبلک اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1982 میں پنجاب انجینئرنگ کالج، چنڈی گڑھ سے ایرو ناٹیکل انجینئرنگ میں گریجویشن کرنے کے بعد اعلا تعلیم کے لیے وہ امریکہ چلی گئیں۔ وہاں انھوں نے 1984 میں ٹیکساس یونیورسٹی سے ایرو اسپیس انجینئرنگ میں پوسٹ گریجویشن کیا۔ اسی مضمون میں 1988 میں انھوں نے کولاریڈو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1984 میں اپنے ہوائی ٹریز جیا پیرے ہیریسن سے شادی کر کے انھوں نے امریکہ کی شہریت حاصل کر لی۔

اس کے بعد کلپنا کے دل میں خلائی پرواز کا خیال آیا۔ چنانچہ 1988 میں وہ امریکہ کے نیشنل ایروناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن (NASA) کے تحقیقاتی مرکز سے وابستہ ہوگئیں۔ بعد میں انھیں کیلی فورنیا کی ایک کمپنی میں بحیثیت نائب صدر اور تحقیقاتی سائنس داں کے طور پر کام کرنے کے لیے چنا گیا۔ وہاں انھوں نے اہم موضوعات پر تحقیقی کام

کیا۔ کلپنا کی تحقیق سے متاثر ہو کر 'ناسا' نے 1994 میں انھیں خلائی سفر کی تربیت کے لیے منتخب کیا۔

1997 میں کلپنا کو پہلی بار امریکی خلائی ایجنسی 'ناسا' کے اسپیس شٹل کے ذریعے خلا میں جانے کا موقع ملا۔ زمین سے پینسٹھ لاکھ میل کی بلندی پر خلا میں 376 گھنٹے اور چونتیس منٹ گزارنے کے بعد وہ 5/دسمبر 1997 کو واپس لوٹیں۔ اس وقت کے وزیر اعظم اندر کمار گجرال نے فون پر ان سے بات کرتے ہوئے جب اقبالؔ کے اس مصرعے کی یاد دلائی کہ ''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں'' تو کلپنا نے جواب دیا کہ ''ہاں میں نے یہ سنا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہی ہوں۔''

کلپنا چاؤلا دوسری بار 16/جنوری 2003 کو امریکی خلائی شٹل 'کولمبیا' کے ذریعے چھ دیگر خلابازوں کے ساتھ خلا میں گئیں۔ ان کے ساتھ ایک امریکی خاتون لاریل بھی تھیں۔ خلا میں سولہ دن رُکنے اور اسّی سے زائد تجربات کرنے کے بعد ان کی واپسی ہوئی تھی لیکن پہلی فروری 2003 کو زمین پر اُترنے سے محض سولہ منٹ پہلے ان کا شٹل کولمبیا 3600 کلومیٹر کی بلندی پر آسمان میں کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس میں موجود ساتوں خلابازوں کی موت ہو گئی۔ کلپنا نے اپنے اُس قول کو سچ کر دکھایا کہ ''میں خلائی مِشن کے لیے بنی ہوں اور اسی کے لیے مروں گی۔'' ان کی عظیم قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| پرواز | : | اُڑان |
| ذرائع | : | ذریعہ کی جمع، وسیلہ |
| کائنات | : | دنیا |
| سیّارہ | : | گردش کرنے والا ستارہ |
| حدود | : | حد کی جمع |

| | | |
|---|---|---|
| آلات | : | آلہ کی جمع، اوزار |
| خلاباز | : | خلا میں سفر کرنے والا |
| مہم | : | بھاری کام، دشوار کام |
| ترقی یافتہ | : | ترقی پایا ہوا |
| تعاون | : | مدد |
| متوسِّط | : | اوسط درجے کا، درمیانی |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. خلا کسے کہتے ہیں؟
2. خلائی پرواز کی ابتدا کب اور کس ملک نے کی؟
3. سب سے پہلے خلا میں کسے بھیجا گیا تھا؟
4. خلا میں جانے والی پہلی خاتون کس ملک کی تھیں اور ان کا نام کیا ہے؟
5. خلا میں جانے والی امریکی خواتین کون کون سی ہیں؟
6. ہندوستانی خلاباز خاتون کا کیا نام ہے؟
7. کلپنا نے اپنے کس قول کو سچ کر دکھایا؟

## خالی جگہ کو بھریے۔

1. یہ دراصل ________ کو خلا میں بھیجنے کی ________ تھی۔
2. خلابازی کی ________ میں عورتیں بھی ________ نہیں رہیں۔
3. امریکہ کی ________ خواتین کامیابی کے ساتھ ________ کا سفر کر چکی ہیں۔
4. ________ پہلی ہندوستانی خلاباز ہیں۔

5. ان خوابوں کو پورا کرنا ہی ________ نے اپنی زندگی کا ________ بنالیا تھا۔

6. ان کی اس ________ قربانی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

## نیچے لکھے ہوئے محاوروں اور لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

پہل کرنا   خواب دیکھنا   ٹھان لینا   خلا   پرواز   آلات

## 'الف' اور 'ب' کے تحت دیے گئے لفظوں کے جوڑے بنائیے۔

| الف | ب |
|---|---|
| اسپوتنک | روس |
| ویلنٹنا ترشیکوا | کلپنا چاوَلا |
| امریکہ | 4/ اکتوبر 1957 |
| ہندوستان | 12/ اپریل 1961 |
| اسپوتنک اوّل | سیلی رائڈ |
| یوری گگارین | لائیکا |

## پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے۔

- سبق میں مرکب لفظ 'سائنس داں' استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے سائنس جاننے والا۔ اسی طرح 'داں' لگا کر پانچ مرکب الفاظ لکھیے۔

## عملی کام

- خلا سے متعلق اہم معلومات اپنی کاپی میں لکھیے۔
- کلپنا چاوَلا کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- تعلیم کے میدان میں ہندوستانی عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ بڑے بڑے کام کر رہی ہیں۔ کلپنا چاؤلا اس کی ایک روشن مثال ہیں۔ انھوں نے اپنی محنت اور لگن سے ثابت کر دیا کہ مشکل کام میں بھی عورتیں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ انھوں نے ہندوستان کی خلاباز خاتون کی حیثیت سے غیر معمولی شہرت حاصل کی اور ملک کا نام ساری دنیا میں روشن کیا۔ خلائی سفر کے دوران اپنی جان دے کر کلپنا چاؤلا امر ہو چکی ہیں۔

# آدی باسی

ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ یہاں اگر ایک طرف بڑے بڑے ہموار اور زرخیز میدانی علاقے ہیں تو دوسری طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں، گہری وادیاں ہیں اور دؤر دؤر تک پھیلے ہوئے جنگلات ہیں۔بعض علاقے آبادیوں سے دؤر ہیں اور وہاں پہنچنا بہت مشکل ہے۔

پرانے زمانے میں دنیا کے دوسرے حصّوں سے بہت سے لوگ ہندوستان آتے رہے۔ یہ سلسلہ ہزاروں برس تک چلتا رہا۔ نئے آنے والوں اور پرانے بسنے والوں میں ٹکراؤ بھی ہوالیکن پھر وہ سب یہیں کی آبادی میں گھل مل گئے۔اس طرح زبان، تہذیب اور مذہب کے اعتبار سے مختلف گروہوں کی ملی جلی آبادیاں قایم ہوگئیں۔البتہ کچھ لوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر رہنے لگے۔آج بھی ملک کے دؤر دراز مقامات پر کچھ لوگ عام آبادی سے الگ تھلگ اپنے پرانے ڈھنگ سے زندگی گزارتے ہیں۔ یہی لوگ آدی باسی یعنی ''پرانے بسنے والے'' کہلاتے



ہیں۔ ایسے لوگوں کی خاصی تعداد ملک کے پہاڑی سلسلوں اور جنگلوں میں رہتی ہے۔ آدی باسیوں کے مختلف گروہ مختلف علاقوں میں آباد ہیں اور ہر گروہ کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔

ہندوستان کے آدی باسی قبیلے تین بڑے خِطّوں میں بسے ہیں۔ ایک جنوبی ہند کے، ساحلِ سمندر کے پہاڑی علاقوں میں، دوسرے وسطی ہندوستان کے پہاڑوں اور جنگلوں میں اور تیسرے ملک کے شمال مشرقی علاقوں میں۔

وسطی ہندوستان میں جو قبیلے آباد ہیں ان میں سنتھال، بھیل، گونڈ اور منڈا قابلِ ذکر ہیں۔ قد و قامت اور رہن سہن کے اعتبار سے یہ بڑی حد تک ایک دوسرے سے مماثلت رکھتے ہیں۔

کچھ گروہ نیفا (NEFA) اور پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔ ان میں گارو، گھاسی، ناگا اور دوسرے بہت سے قبائل ہیں۔ ان کے علاوہ جزائر انڈمان اور نکوبار میں بھی آدی باسیوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں۔ اُن میں کچھ قبیلے ایسے بھی ہیں جو دنیا کے قدیم ترین انسانوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

جنوبی ہندوستان میں بھی آدی باسیوں کے بہت سے قبیلے آباد ہیں۔ ان سب قبیلوں کی شکل وصورت اور طور طریقے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ہندوستان کی آبادی میں یہ قبیلے قدیم ترین کہے جاسکتے ہیں۔ زیادہ تر قبائلی آبادی شکار کر کے اپنا پیٹ پالتی ہے۔

جنوب میں مغربی ساحل کا علاقہ نباتاتی دولت سے مالا مال ہے۔ یہاں جنگلی جانوروں کی بھی بہتات ہے۔ ہاتھی، شیر، ریچھ اور بھینسے یہاں بہ کثرت ملتے ہیں۔ ان پہاڑیوں میں آباد قبائل، خانہ بدوش ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ دس بارہ خاندانوں کے لوگ اکٹھے رہتے ہیں۔ وہ پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں پر پانی کے چشموں کے قریب جھونپڑے بناتے ہیں۔ ایک ہی جھونپڑے میں دو خاندان ہوں تو بیچ میں پردے کے طور پر ٹٹّی لگا دی جاتی ہے۔ مکان بنانے سے ان کو زیادہ دل چسپی نہیں کیونکہ ان کے گزر بسر کا دار و مدار کھیتی باڑی کے بجائے جنگل کی پیداوار اور شکار پر ہے۔ جنگل کی پیداوار میں شہد، جنگلی پودوں کی نرم جڑ اور جنگلی پھل پھول شامل ہیں۔



شہد اکٹھا کرنے کے لیے یہ ان درختوں کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں شہد کی مکّھیاں چھتّے بناتی ہیں۔ یہ ان درختوں میں کھونٹیاں گاڑ دیتے ہیں تا کہ ان پر چڑھنے میں آسانی ہو۔ عام طور پر برسات میں بارش کے بعد یہ لوگ رات کے وقت چھتّوں کے قریب جاتے ہیں ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل لیے رہتے ہیں تا کہ شعلے کی چمک اور دھوئیں کی وجہ سے مکّھیاں ڈنک نہ مار سکیں۔ شہد اکٹھا کرنے کا کام ہفتوں تک جاری رہتا ہے۔ رات کو جنگلی جانوروں سے حفاظت کے لیے آگ جلاتے ہیں۔ اکثر چٹانوں کے اندر بھی شہد کے چھتّے مل جاتے ہیں۔ یہ لوگ رسّیوں کی مدد سے مشکل جگہ پر بھی پہنچ جاتے ہیں اور شہد نکال لاتے ہیں۔

آدی باسی نرم جڑوں کو بھون کر کھاتے ہیں۔ بہت سی جڑیں آلو، شکر قند وغیرہ جیسی ہوتی ہیں۔ کچھ جڑیں ابال کر کھاتے ہیں اور کچھ کو سکھا کر آٹے کی طرح پیس لیتے ہیں اور ان سے کھانے کی دوسری چیزیں تیار کرتے ہیں۔

آدی باسیوں کے لیے جنگلی جانوروں کے شکار کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ لوگ شکار کے لیے کتّوں کی مدد لیتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان میں ہرنوں کی کثرت ہے۔ کتّوں کی مدد سے یہ ہرنوں کو تنگ گھاٹیوں کے راستے چشموں کے کناروں تک لے آتے ہیں۔ اور پھر ہر طرف سے ان کا راستہ بند کر دیتے ہیں۔ ہرنوں کو بچنے کے لیے پانی میں کودنا پڑتا ہے۔ پانی میں تیرتے ہوئے ہرنوں کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور اس طرح آدی باسی ان کو پکڑ لیتے ہیں۔ ان کا گوشت کھا لیا جاتا ہے اور کھال اوڑھنے بچھانے اور پوشاک بنانے کے کام آتی ہے۔ کبھی یہ ہرن کو کھال سمیت بھون لیتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ مچھلی کا شکار بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہ لوگ پانی کو گڑھوں میں روک لیتے ہیں ان میں مچھلیاں پل جاتی ہیں تو پانی میں کسی درخت کی چھال کا سفوف چھڑک دیتے ہیں۔ سفوف پانی میں ملتے ہی مچھلیاں بے دم ہونے لگتی ہیں اور انھیں یہ پکڑ لیتے ہیں۔ مچھلی کے شکار میں عورتیں اور بچّے بھی شوق سے حصّہ لیتے ہیں۔ اژدہے، کچھوے، جنگلی چوہے اور بندر بھی ان کے شکار کا حصّہ بنتے ہیں۔



صدیوں سے آدی باسی لوگ دشوار گزار اور دُور دراز علاقوں میں محنت، مشقّت، مفلسی اور پسماندگی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن قدرت نے ان کو قناعت کی بڑی دولت دی ہے۔ یہ نہ صرف اپنی مشقّت کی زندگی کو ہنسی خوشی گزارتے ہیں بلکہ اپنے لوک گیتوں، ناچوں اور طرح طرح کی تقریبوں سے زندگی کی خوشیوں میں اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ مل جل کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور جی بھر کے زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آدی باسی ہمارے ملک کی رنگا رنگ زندگی کا نہایت اہم حصّہ ہیں۔ ان کے طور طریقے اور رسم و رواج نہ صرف قدیم ہندوستان کی یاد دلاتے ہیں بلکہ یہ ہماری قومی تاریخ کا حصّہ ہیں۔ ملک کی ترقی کے ساتھ ساتھ آدی باسیوں کی ضرورتوں اور تعلیم و تربیت پر بھی توجہ ہو رہی ہے۔



## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| ہموار | : | برابر |
| قدوقامت | : | ڈیل ڈول |
| قبائل | : | قبیلے کی جمع، گروہ کی شکل میں رہنے والے قدیم باشندے |
| قدیم ترین | : | سب سے زیادہ پرانا |
| نباتات | : | پیڑ پودے |
| ٹٹّی | : | بانس یا سرکنڈوں کا بنا ہوا چھوٹا پردہ |
| رغبت | : | شوق |
| محبوب مشغلہ | : | پسندیدہ کام |
| سفوف | : | پسی ہوئی چیز، پاؤڈر |
| دشوار گزار | : | مشکل |
| دوُر دراز کا | : | بہت دوُر کا |
| پس ماندگی | : | پچھڑا پن |
| قناعت | : | جو کچھ مل جائے اس پر خوش رہنا |
| لطف اندوز ہونا | : | مزے لینا |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. آدی باسی کسے کہتے ہیں؟
2. ہندوستان کے آدی باسی قبیلے کہاں کہاں آباد ہیں اور ان کی کیا خصوصیات ہیں؟
3. آدی باسیوں کی عام غذا کیا ہے؟
4. جنوب مغربی ساحل پر آباد قبائل کس طرح زندگی گزارتے ہیں؟

5. آدی باسی درختوں سے شہد کس طرح حاصل کرتے ہیں؟
6. آدی باسی ہرن اور مچھلی کا شکار کس طرح کرتے ہیں؟
7. قدرت نے آدی باسیوں کو کس دولت سے نوازا ہے؟

## خالی جگہ کو بھریے۔

1. نئے آنے والوں اور پُرانے بسنے والوں میں ________ بھی ہوا۔
2. جنوبی ہندوستان میں بھی آدی باسیوں کے بہت سے ________ آباد ہیں۔
3. وہ پہاڑوں کی ________ چوٹیوں پر، پانی کے ________ کے قریب ________ بناتے ہیں۔
4. آدی باسیوں کے لیے ________ جانوروں کے شکار کی بڑی ________ ہے۔
5. مچھلی کے شکار میں ________ اور بچے بھی ________ سے حصّہ لیتے ہیں۔
6. آدی باسی ہمارے ________ کی رنگا رنگ زندگی کا ________ اہم حصّہ ہیں۔

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

دوُر دراز　　قدوقامت　　خانہ بدوش　　دارو مدار　　دشوار گزار

## صحیح بیان کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (×) کا نشان لگائیے۔

1. بعض علاقے آبادیوں سے دوُر ہیں اور وہاں پہنچنا بہت مشکل ہے۔ ( )
2. جو لوگ عام آبادی کے ساتھ مل جُل کر نئے ڈھنگ سے زندگی گزارتے ہیں انھیں آدی باسی کہتے ہیں۔ ( )
3. وسطی ہندوستان کے قبیلے بڑی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ( )
4. زیادہ تر قبائلی آبادی کھیتی باڑی کرکے اپنا پیٹ پالتی ہے۔ ( )
5. پانی میں تیرتے ہوئے ہرنوں کی رفتار بہت تیز ہوجاتی ہے۔ ( )

6. پانی میں سفوف ملتے ہی مچھلیاں اُسے کھانے لگتی ہیں۔ (   )
7. آدی باسیوں کے طور طریقے اور رسم و رواج قدیم ہندوستان کی یاد دلاتے ہیں۔ (   )

## ان لفظوں کے واحد لکھیے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| جنگلات | مذاہب | مقامات | ممالک | خصوصیات |
| قبائل | مکانات | مشکلات | تقریبات | ترقیات |

## عملی کام

- آدی باسیوں کے بارے میں دس جملے لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- آدی باسی دنیا کے سبھی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے اپنے مذہب، اپنے دیوتا اور اپنے تہوار ہوتے ہیں۔
- آدی باسیوں کی زندگی معمولی اور محدود ہوتی ہے۔ یہ لوگ تیز طرّار نہیں ہوتے ہیں نہ ہی تعلیم حاصل کر پاتے ہیں۔ اس لیے زندگی میں ترقی بھی نہیں کر پاتے ہیں۔ بیشتر آدی باسی بہت کم لباس پہنتے ہیں اور ان کے ہتھیار آج بھی تیر کمان اور بھالا وغیرہ ہوتے ہیں۔
- ہندوستان میں مدھیہ پردیش، بنگال، اڑیسہ، گجرات، آندھرا پردیش، کشمیر، ہماچل پردیش، تامل ناڈو، راجستھان اور مہاراشٹر کے صوبوں میں آدی باسیوں کی کافی تعداد پائی جاتی ہے۔ پچھلے سالوں میں آدی باسیوں کی بڑی آبادی والے دو صوبے جھارکھنڈ اور چھتیس گڑھ بنائے گئے ہیں۔ ان کی ترقی کے لیے ان صوبوں میں خصوصی اقدام کیے جا رہے ہیں۔

4713CH19

# ہماری تاریخ

کوئی بھی گھر ہو دِوالی کے دِیے جلتے تھے
عید بھر دیتی تھی سینوں میں اُجالے کیا کیا
رنگ ہولی کا ہر اک دل میں بکھر جاتا تھا
چہرے چہرے پہ دمک اُٹھتے تھے لالے کیا کیا

اجنبی ہاتھوں نے لکھی تھی جو تاریخ تری
اس کو کیا نام دیں سوچی ہوئی تُہمت کے سِوا
اپنے ہر پیار کو نفرت میں بدلنا چاہا
کیا پکاریں اسے چالاک سیاست کے سِوا



اے وطن! ہم تیری تاریخ لکھیں گے پھر سے
تیری تاریخ ہے دل جوئی و دل داری کی
تیری تاریخ محبت کی، وفا کی تاریخ
تیری تاریخ اُخوّت کی، رواداری کی

تیری تاریخ ہے قرآن کا، گیتا کا ورق
آشتی، اَمن، اہنسا کے اصولوں کا سبق
دہر سے اپنا مُقابل کوئی اب تک نہ اُٹھا
کوئی گوتم، کوئی چشتیؒ، کوئی نانک نہ اُٹھا



آج آزاد ہیں ہم، ذہن ہمارا آزاد
تنگ جذبات کے گھیروں سے نکل آئے ہیں
جو فِرنگی کی سیاست نے کبھی بوئے تھے
اُن تعصّب کے اندھیروں سے نکل آئے ہیں

ایک ہے اپنا وطن، ایک زمیں، ایک ہیں ہم
ایک ہیں فکر و عمل، ایک یقیں، ایک ہیں ہم
کون کہتا ہے کہ ہم ایک نہیں، ایک ہیں ہم

جاں نثار اختر

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| دمک | : | چمک، تمتماہٹ |
| لالے، لالہ | : | ایک قسم کا سرخ پھول جس کے اندر سیاہ داغ ہوتا ہے |
| تُہمت | : | الزام |
| دل جوئی | : | تسلّی، تسکین و تشفی کی باتیں کرنا |
| دل داری | : | دل رکھنا، محبت سے پیش آنا |
| اَخوّت | : | بھائی چارہ |
| آشتی | : | دوستی، صلح |
| اہنسا | : | عدم تشدّد، ظلم و زیادتی نہ کرنا |
| دہر | : | زمانہ، دنیا |
| مُقابل | : | سامنے والا، برابری کرنے والا |
| فرنگی | : | انگریز، گورا |
| تعصّب | : | تنگ نظری، بے جا حمایت یا مخالفت |

## سوچیے اور بتائیے۔

1. تاریخ لکھنے والوں کے خیال میں ہندوستان میں مختلف تہوار کیسے منائے جاتے تھے؟
2. اجنبی ہاتھوں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
3. ہماری تاریخ کو کس طرح بدل دیا گیا؟
4. ہمارے ملک کی تاریخ کیا رہی ہے؟
5. آزادی ملنے کے بعد ہم خود کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟
6. شاعر نے آخری بند میں ایکتا کی کیا پہچان بتائی ہے؟

## نیچے لکھے ہوئے بند کو مکمّل کیجیے۔

تیری ________ ہے قرآن کا گیتا کا ورق
آشتی، امن، ________ کے اصولوں کا ________
دہر سے اپنا مقابل کوئی اب تک ________
کوئی گوتم، کوئی چشتیؒ، کوئی ________ نہ اٹھا

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

اجالے     اجنبی     نفرت     چالاک     وفا     امن     آزاد

## ان لفظوں کی جمع لکھیے۔

تہمت     فرنگی     فکر     عمل     جذبہ

## عملی کام

- اس نظم میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے انھیں اپنے لفظوں میں لکھیے۔

## غور کرنے کی بات

- آج دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے اتّحاد و اتّفاق بہت ضروری ہے۔ اس نظم میں شاعر نے آپسی محبّت، مساوات اور اہنسا کے اصولوں کو اپنانے کی بات کہی ہے۔

4713CH20

# اولمپک کھیل

''اولمپک'' یونانی لفظ اولپیا سے بنا ہے یونان دنیا کا ایک قدیم ملک ہے اور خوبصورت اور کشادہ وادی کا نام ہے۔اس وادی میں ہر چوتھے سال یونان والوں کے ادبی اور ورزشی مقابلے ہوا کرتے تھے۔اسی وجہ سے یہاں کھیلے جانے والے کھیلوں کو اولمپک کھیل کا نام دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ کھیلوں کا پہلا اولمپک مقابلہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے 1253 سال پہلے ہرکولیس نے شروع کیا تھا۔اس روایت کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔تاریخی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مقابلے 884 قبل مسیح میں شروع ہوئے اور 776 ق۔م سے ہر چار سال کے بعد پابندی کے ساتھ ہونے لگے۔اس زمانے کے دستور کے مطابق یہ کھیل ایک مہینے تک جاری رہتے تھے۔

اولمپک کھیلوں میں جو کھلاڑی تین مقابلوں میں اوّل آتے،ان کے مجسمے بنا کر اولپیا کے میدان میں نصب کر دیے جاتے تھے۔جب یہ فاتح کھلاڑی اپنے اپنے شہروں میں واپس جاتے تو عام دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے لیے شہر کی چار دیواری توڑ کر راستہ بنایا جاتا تھا۔ان کھلاڑیوں کا استقبال بڑے جوش وخروش سے کیا جاتا۔

اولمپک کھیل تہوار کے طور پر منائے جاتے۔ان کے شروع ہونے سے پہلے پورے یونان میں اعلان کیا جاتا کہ اولپیا کے مقابلے ہونے والے ہیں۔اس اعلان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ملک کے ہر گوشے سے لوگ بے خوف وخطر مقابلوں میں شرکت کے لیے آسکیں۔

ان کھیلوں میں حصّہ لینے والوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ انھوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو۔ان کے اعمال اچھے اور پاکیزہ ہوں۔انھوں نے کم سے کم دس مہینے مقابلے کی تیاری کی ہو اور آخری مہینہ اولپیا میں گذارا ہو۔

مقابلے سے پہلے کھلاڑیوں کی فٹنس کا معائنہ کیا جاتا اور وہ کھیلوں میں دیانت داری سے حصّہ لینے کا عہد کرتے۔ ان لوگوں کی بڑی عزت کی جاتی۔ شاعران پر نظمیں لکھتے، سنگ تراش ان کے مجسمے بناتے، عوام جلوس نکالتے اور یہ کھلاڑی ملک کے بہترین فرزند کہے جاتے۔ زیتون کی پتیوں کا تاج بنا کر اُن کے سروں پر سجایا جاتا۔ یونانیوں کے نزدیک کسی کھلاڑی کا یہ سب سے بڑا اعزاز تھا۔

اولمپک کھیلوں کا یہ سلسلہ 394 تک جاری رہا۔ بعد میں یہ مقابلے بند ہوگئے اولمپیا کے میدان میں سنّاٹا چھا گیا اور کھیلوں کا یہ سلسلہ پندرہ سو سال تک بند رہا۔

انیسویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی نوجوان 'کو بے تین' نے اولمپک کھیلوں کو دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ اولمپیا گیا جہاں اُسے خیال آیا کہ کھیلوں کے عالمی مقابلے شروع کیے جائیں۔ اس نے 1894 میں دنیا بھر سے کھیلوں کے نمائندوں کو بلایا اور اپنے خیال کا اظہار کیا سب نے اس کی بھرپور تائید کی اور ہر تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے بعد سب سے پہلے یونان کے شہر ایتھنز کا انتخاب ہوا اور 6/اپریل 1896 کو پھر سے اولمپک کھیل شروع ہوگئے۔

1896 میں جب اولمپک کھیل دوبارہ شروع ہوئے تو اس میں صرف تیرہ ملکوں کے کھلاڑی شریک ہوئے۔ اب یہ کھیل ہر چوتھے سال پابندی سے ہونے لگے اور ان کی مقبولیت برابر بڑھتی چلی گئی۔ 1908 تک اولمپک کھیل دنیا بھر میں مشہور ہوگئے۔ یہاں تک کہ 1912 میں جب سویڈن کی راجدھانی اسٹاک ہوم میں اولمپک کھیل ہوئے تو ان میں تمام برِاعظموں کے لگ بھگ ڈھائی ہزار کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔ ان میں ستّاون عورتیں بھی شامل تھیں۔

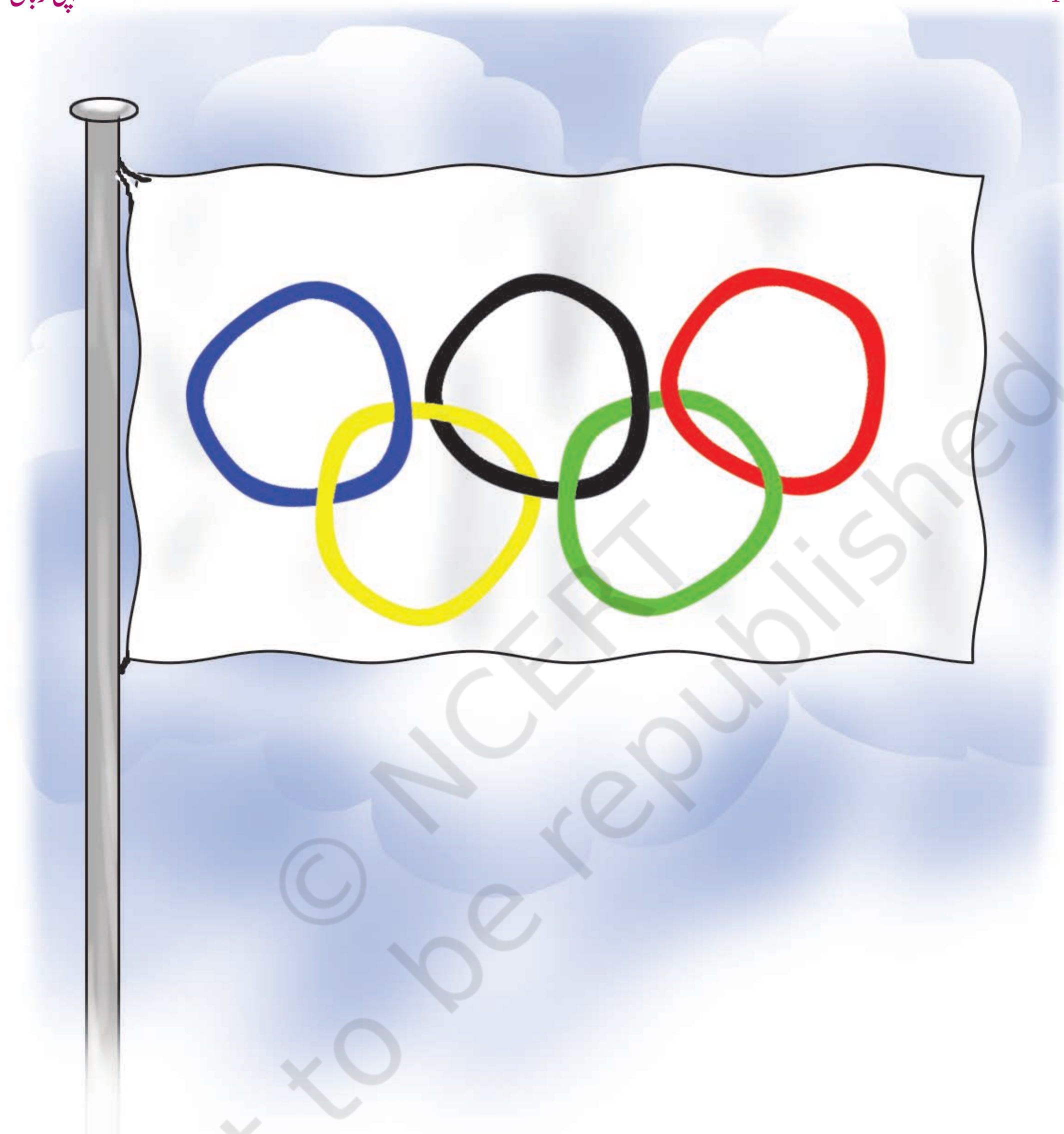
پہلی جنگِ عظیم کے زمانے کو چھوڑ کر ہر چار سال کے بعد مختلف ملکوں کے یہ مقابلے اولمپیائی کھیلوں کے نام سے ہونے لگے۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران بھی یہ کھیل نہ ہو سکے۔ جنگ کے بعد 1948 میں لندن میں اولمپیائی مقابلے ہوئے جن میں ایک سو بائیس ملکوں کے دس ہزار کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔ کھیل شروع ہونے سے پہلے مختلف ملکوں کے جب کھلاڑی قدم سے قدم ملا کر اسٹیڈیم میں چلتے ہیں تو یہ منظر بڑا دلفریب ہوتا ہے۔ سب سے آگے یونان کے کھلاڑی



ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انگریزی حروف تہجّی کے اعتبار سے دوسرے ملکوں کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ میزبان ملک کے کھلاڑیوں کا دستہ آخر میں ہوتا ہے۔ اس موقعے پر بے شمار کبوتر چھوڑے جاتے ہیں اور پھر سب کی نظریں اس اولمپک کھلاڑی پر پڑتی ہیں جو اولمپک کی مشعل لے کر اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مشعل اولمپیا میں سورج کی کرنوں سے روشن کی جاتی ہے۔ اسے ایک کے بعد ایک کھلاڑی لے کر اس ملک کی طرف دوڑتا ہے جہاں اس سال کے اولمپک کھیل ہونے والے ہیں۔ جب تک کھیل جاری رہتے ہیں یہ مشعل جلتی رہتی ہے۔ کھیلوں کے ختم ہونے پر اسے بجھا دیا جاتا ہے اور اسی موقعے پر اگلے اولمپک کھیلوں کے لیے ملک اور شہر کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

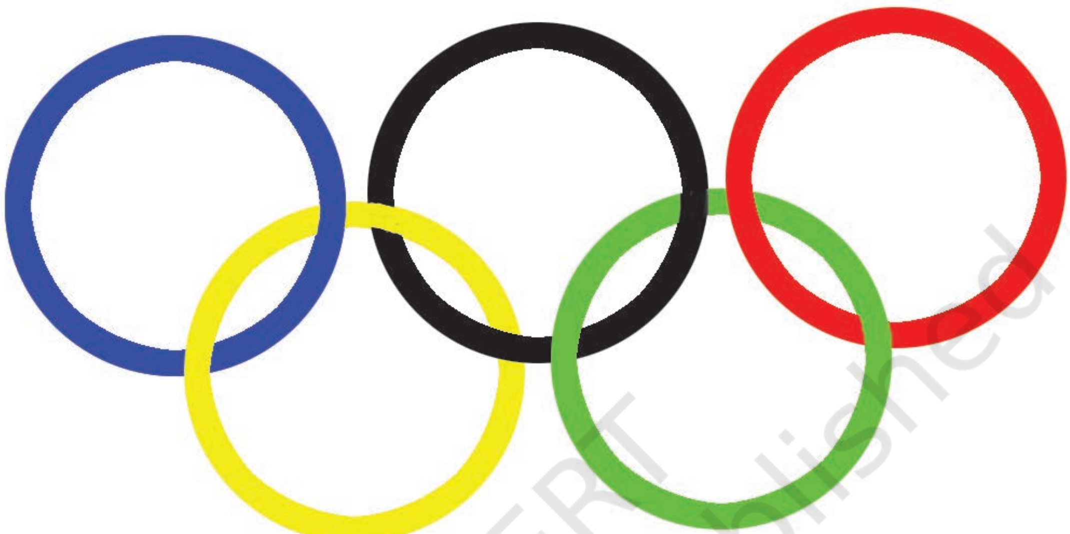
اولمپیائی کھیلوں کا اپنا جھنڈا ہے۔ اس کی زمین سفید ہے جو امن کی نشانی ہے۔ سفید زمین پر نیلے، پیلے، کالے، سبز اور لال رنگوں کے پانچ دائرے ہیں۔ یہ دائرے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ یہ دائرے پانچ برِّ اعظموں کی





علامت ہیں۔ ایشیا، آسٹریلیا، یورپ، شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کی علامت ہیں۔ لیکن اب یہ دائرے بین الاقوامی برادری کا نشان بن چکے ہیں۔ ان پانچ رنگوں میں دنیا کے ہر قومی جھنڈے کا کوئی نہ کوئی رنگ شامل ہے۔

اولمپک کا موٹو لاطینی زبان میں ہے جس کے معنی ہیں ''اور تیز اور اونچا اور مضبوط''۔ یہ موٹو کھلاڑیوں کو محبّت، محنت اور قوّت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ کھیلوں کی اہم بات محض جیتنا نہیں، بلکہ ان میں حصہ لینا



ہے۔یہی وجہ ہے کہ کھیل کو کھیل کے جذبے کے ساتھ کھیلنے والا مقابلے میں ہارنے کے باوجود لوگوں کا دل جیتنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| کشادہ | : | کھلا ہوا، پھیلا ہوا |
| وادی | : | پہاڑوں کے درمیان کی جگہ |
| منعقد ہونا | : | قائم ہونا، قرار پانا |
| مجسمے | : | مجسمہ کی جمع، بُت |
| نصب کرنا | : | لگانا، کھڑا کرنا، قائم کرنا |
| شہر پناہ | : | شہر کی چار دیواری، فصیل |
| سنگ تراش | : | پتھروں کو تراشنے والا، مجسمہ بنانے والا |

| | | |
|---|---|---|
| فرزند | : | بیٹا |
| اعزاز | : | عزت، تکریم و تعظیم، انعام |
| بین الاقوامی | : | مختلف قوموں کا |
| تائید | : | حمایت، طرف داری |
| برِّ اعظم | : | خشکی کا بہت بڑا حصہ جس میں کئی ملک شامل ہوں |
| فتح یاب | : | جیتنے والا |
| اسٹیڈیم | : | وہ خاص جگہ جہاں پر کھیلوں کے مقابلے ہوں |
| حروفِ تہجّی | : | کسی زبان کے شروع سے آخر تک کے بنیادی حروف |
| دستہ | : | کھلاڑیوں کا گروپ، فوج کی ٹکڑی |
| علامت | : | نشانی، پہچان |
| موٹو | : | وہ خاص نشان جس سے کسی گروہ یا ادارے کی پہچان ہوتی ہے |
| آمادہ | : | تیار، راضی |
| لاطینی زبان | : | یونان کی پرانی زبان |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. اولمپک کھیلوں کا آغاز کیسے ہوا؟
2. پرانے زمانے میں اولمپک کھیلوں کا اعلان کس طرح کیا جاتا تھا؟
3. اولمپک کھیلوں میں شرکت کے لیے کھلاڑیوں کے لیے کیا شرطیں تھیں؟
4. اولمپک کھیلوں میں جیتنے والے کھلاڑیوں کی کس طرح عزت افزائی کی جاتی تھی؟
5. اولمپک کھیلوں کو بین الاقوامی سطح پر شروع کرنے کی تحریک کس نے کی؟
6. عورتوں کو اولمپک کھیلوں میں حصہ لینے کا موقع کب سے ملا؟

7. اولمپک جھنڈا کس بات کی علامت ہے؟

8. اولمپک کا موٹو کس زبان میں ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

9. اولمپک کھیل کس جذبے سے کھیلے جاتے ہیں؟

## نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

منعقد ہونا　　عہد کرنا　　سنگ تراش　　پاکیزہ　　مقبولیت

بین الاقوامی　　مشعل　　برِّ اعظم　　راجدھانی

## پڑھیے اور سمجھیے۔

- انیسویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی نوجوان 'کوبے تین' نے اولمپک کھیلوں کو شروع کرنے کا ارادہ کیا۔
- کوبے تین کا خیال تھا اس کے دماغ کے ساتھ جسم کی نشو و نما بھی ضروری ہے۔
- وہ خود اولمپیا گیا۔
- جہاں اسے خیال آیا کہ کیوں نہ کھیلوں کے عالمی مقابلے شروع کیے جائیں۔
- پہلے جملے میں کوبے تین 'اسم' ہے اور بعد کے جملوں میں 'اس'، 'وہ'، 'اسے' کوبے تین کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ 'ضمیر' کہلاتے ہیں۔

## عملی کام

- اولمپک کھیلوں کے بارے میں دس جملے لکھیے۔
- اولمپک کھیل اب تک کن کن ملکوں میں ہو چکے ہیں اس کی فہرست بنائیے۔

# غور کرنے کی بات

- یہ بات جتنی مشہور ہے اتنی ہی سچ بھی ہے کہ صحت مند جسم میں صحت مند دماغ ہوتا ہے۔ اسی لیے انسان صحت مند رہنے کے لیے طرح طرح کے جتن کرتا ہے۔ کام کے وقت کام، آرام کے وقت آرام کرتا ہے۔ ورزش کرتا ہے اور کھیل کود کر اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔
- کھیل صرف ورزش ہی نہیں انسانی تفریح کا بڑا ذریعہ بھی ہے۔ کھیل کا جذبہ اتّحاد و اتّفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ پرانے زمانے میں کھیل بہت مشکل اور جان لیوا ہوتے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان میں سدھار ہوتا گیا اور اب ان میں پہلے جیسی دقّتیں نہیں البتہ محنت ضرور ہے۔ آج کل دنیا بھر میں کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں اور ساری دنیا کے کھلاڑی ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔
- ہمارے زمانے میں کھیلوں کے سب سے بڑے مقابلے اولمپک مقابلے ہیں۔ اولمپک میں دنیا کے تقریباً سو ممالک حصہ لیتے ہیں۔ ان مقابلوں میں ساری دنیا کو پیار، محبّت اور یکجہتی کی ڈور میں باندھ دیا ہے۔ چونکہ اس میں دنیا بھر کے کھلاڑی حصہ لیتے ہیں اسی لیے اولمپک کھیلوں کو بین الاقوامی مقابلوں کا درجہ حاصل ہے۔ یہ مقابلے اتّحاد و اتّفاق کے بے مثال نمونے ہیں۔

4713CH21

# خواجہ قُطب الدّین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ چشتیہ سلسلے کے کامل درویش تھے۔آپ کے والد سیّد کمال الدینؒ بغداد کے گاؤں ''اوش'' کے رہنے والے تھے۔ان کی والدہ بڑی نیک خاتون تھیں۔دن رات عبادت میں مشغول رہتیں۔ جب کبھی قرآن شریف کی تِلاوت فرماتیں تو خواجہ بختیار کاکیؒ کو اپنے قریب بِٹھا لیتیں۔



وہ ابھی صرف ڈھائی سال کے تھے کہ اُن کے والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے اپنی خاص نگرانی میں اُن کی تربیت کی۔ جب وہ چار سال کے ہوئے تو والدہ نے پڑھنے کے لیے اُن کو خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پاس بھیج دیا، جو ان دنوں اوش میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اُن کو درس دینا شروع کیا تو غیب سے ایک آواز آئی، ''اے خواجہ! کچھ دیر ٹھہر جاؤ، قاضی حمیدالدین ناگوریؒ آتے ہیں، وہی بختیار کاکیؒ کو پڑھائیں گے۔''

خُدا کے حکم سے کچھ ہی دیر بعد وہاں قاضی حمیدالدین ناگوریؒ تشریف لائے۔ بختیار کاکیؒ سے پوچھا کیا پڑھو گے؟ اس پر بختیار کاکیؒ نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر سنائی۔ وہ بختیار کاکیؒ کی زبان سے قرآن شریف کی آیت سُن کر حیران رہ گئے کہ چار برس کا یہ بچّہ چھوٹی سی عمر میں اس طرح کی آیت پڑھ سکتا ہے۔ لہٰذا اُستاد نے پوچھا، ''تم نے قرآن شریف کس سے پڑھا؟''، آپ نے کہا میری والدہ کو آدھا قرآن شریف یاد ہے انھیں سے سُنتے سُنتے مجھے بھی یاد ہوگیا۔ یہ جاننے کے بعد قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے اُنھیں بہت جلد باقی قرآن شریف بھی حفظ کرادیا۔

جب قطبؒ صاحب کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو والدہ نے ملازم کے ساتھ انھیں محلّے کے مکتب میں بھیجا۔ مکتب جاتے ہوئے راستے میں ایک بزرگ ملے۔ انھوں نے نوکر سے پوچھا، ''اس بچّے کو کہاں لیے جارہے ہو؟'' نوکر نے کہا کہ محلے کے اُستاد کے پاس لے جارہا ہوں۔ تب بزرگ نے کہا کہ بچے کو مدرسہ لے جانے کے بجائے مولانا ابوحفصؒ کے پاس لے جاؤ۔ وہی اس بچّے کو درس دیں گے اور مولانا کو تاکید فرمائی کہ پوری توجہ سے انھیں پڑھائیے، اِن سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ جب وہ بزرگ چلے گئے تو مولانا نے اس شخص سے فرمایا۔ تمھیں معلوم ہے یہ کون بزرگ تھے؟ یہ حضرت خِضرؑ تھے۔ جو خُدا کی طرف سے اس خدمت پر مامور کیے گئے تھے۔ یہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح راستہ دکھلاتے ہیں۔

تعلیم مکمل ہونے تک بختیار کاکیؒ اپنے گاؤں میں ہی رہے۔ جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچ گئے تو وہ تلاشِ حق کے

لیے گھر سے باہر نکلے۔ان ہی ایاّم میں قُطب صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اصفہان تشریف لائے ہوئے ہیں۔آپ نے وہاں پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضری دی اور بختیار کاکیؒ اُن کے مرید ہوگئے۔وہ اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ساتھ مکّہ معظّمہ پہنچے اور وہاں سے مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے۔

اِسی سفر میں ان کی ملاقات ایک اور بزرگ سے ہوئی، اُنھوں نے بختیار کاکیؒ کو نصیحت کی، ''دنیا کی چیزوں کی خواہش نہ کرنا، مال و دولت جمع نہ کرنا، جو کچھ ملے، اُسے خدا کی راہ میں خرچ کردینا اور اللہ کی عبادت کے سوا دوسرے فضول کاموں میں وقت نہ گنوانا'' مدینہ منوّرہ سے واپسی کے بعد وہ اپنے مرشد کے ساتھ بغداد میں رہ کر عبادت کے علاوہ عوام کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرنے لگے۔

بچپن ہی سے آپ نیک سیرت اور پاک دل انسان تھے۔آپ کے دل میں اللہ کی سچّی محبّت تھی۔آپ کثرت سے نماز اور دوسری عبادتوں میں بھی مشغول رہتے۔زیادہ وقت اللہ کی یاد میں بسر کرتے، جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اللہ کی محبّت نے آپ کو دنیا اور دنیا کے مال ومتاع سے بالکل بے نیاز کردیا تھا۔آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے، مختصر کھانا کھاتے، بس اس قدر جس سے جسم وجاں کا رشتہ باقی رہ سکے۔اس سے زیادہ کھانا آپ پسند نہ فرماتے۔

بادشاہِ وقت اور شہر کے لوگ ہمیشہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے نذرانے پیش کرتے، مگر آپ ان سب کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردیتے۔دہلی میں قیام کے دوران ہمیشہ خدا کی یاد میں محو رہتے اور کسی سے نذرانہ وغیرہ بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔اہل وعیال نہایت تنگی میں دن گزارتے تھے۔جب کبھی گھر میں کچھ نہ ہوتا تو آپ کی اہلیہ، پڑوس میں رہنے والے بقّال کی بیوی سے قرض لے کر کام چلاتی تھیں۔ پیسہ آنے پر اس کا قرض ادا کردیتی تھیں۔ روایت ہے کہ ایک روز بقّال کی بیوی نے طعنہ دیا کہ اگر میں تمھیں قرض نہ دوں تو تمھارے بال بچّوں کا پیٹ کیسے بھرے؟ اس کی اس بات سے حضرت کو سخت تکلیف پہنچی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ کسی سے قرض مت لینا۔اگر ضرورت پیش آئے تو طاق میں سے ''کاک'' (روٹیاں) لے لیا کرو۔اس کے بعد سے ضرورت پڑنے پر طاق سے گرم گرم روٹیاں لے لیا کرتیں۔اسی سبب سے خواجہ قُطب الدین ''بختیار کاکیؒ'' کہلانے لگے۔

حضرت بختیار کاکیؒ کو جب اپنے مرشد خواجہ اجمیریؒ کے ہندوستان پہنچنے کی اِطلاع ملی تو وہ بھی ہندوستان کے لیے روانہ ہوگئے۔ کچھ دن مُلتان میں رہنے کے بعد پھر دہلی آ گئے۔ بادشاہ شمش الدین التمش ان کی بہت عزّت کرتا تھا۔ اُسے جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت بختیار کاکیؒ دہلی تشریف لا رہے ہیں تو وہ شہر سے باہر جا کر ان سے خود ملا اور بڑی عزّت ومحبّت سے پیش آیا۔ بادشاہ بختیار کاکیؒ کے پاس ہفتے میں دو بار حاضری دیتا۔ عوام وخواص سب آپ سے عقیدت رکھتے۔ آپ کے دربار میں سب کو یکساں مقام حاصل تھا اور سبھی لوگ آپ کے گرویدہ تھے۔

دہلی پہنچنے کے بعد آپ نے اپنے مرشد خواجہ اجمیریؒ کو خط لکھا اور اجمیر آنے کی اجازت چاہی۔ لیکن مرشد نے انھیں دہلی ہی میں ٹھہرنے کا مشورہ دیا تا کہ وہ وہاں لوگوں کی خدمت کر سکیں۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کسی وجہ سے دہلی تشریف لائے تو انھوں نے بختیار کاکیؒ کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہا۔ یہ خبر سنتے ہی پورے شہر کے لوگ اور بادشاہ بھی حضرت خواجہ اجمیریؒ کے پاس آئے اور ان سے گزارش کی کہ حضرت بختیار کاکیؒ کو اجمیر نہ لے جائیں۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے لوگوں کی جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا ''باباقُطب! تم دہلی ہی میں رہو، تمھارے دہلی چھوڑنے سے یہ سب لوگ رنجیدہ ہو جائیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ تم ان کے دِلوں کو دُکھاؤ۔''

آپ کی وفات 1237 میں ہوئی۔ آپ کا مزار ''مہرولی'' دہلی میں ہے جہاں دن رات لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اور آپ کی بزرگی کا فیض جاری ہے۔

## معنی یاد کیجیے

| | | |
|---|---|---|
| کامل | : | پورا، بڑا |
| درویش | : | فقیر، خدا سے قریب شخص، خدارسیدہ، بزرگ |
| آیت | : | علامت، نشانی، قرآن شریف کا ایک مکمل جملہ |
| حفظ کرنا | : | زبانی یاد کرنا |

| | | |
|---|---|---|
| مامور | : | مقرّر |
| مُرید | : | کسی بزرگ کی ہدایت پر چلنے والا، عہد کرنے والا، عقیدت مند |
| مُرشِد | : | پیر، ہدایت کرنے والا، نیک راہ بتانے والا |
| نذرانے | : | نذرانہ کی جمع، احترام کے ساتھ کسی کو دیا جانے والا تحفہ یا رقم |
| محو ہونا | : | گم ہونا، کچھ خبر نہ ہونا |
| اہلیہ | : | بیوی |
| بقّال | : | بنیا، پرچون فروش |
| طعنہ | : | طنز کرنا |
| کاک | : | روغنی روٹی |
| طاق | : | محراب، سامان رکھنے کے لیے دیوار میں بنی ہوئی وہ جگہ جس جگہ پر چراغ یا چھوٹا موٹا سامان رکھا جاتا ہے |
| عقیدت | : | یقین، گہرا دلی لگاؤ |
| سرشار | : | بے خود، مست |
| غَلبہ | : | چھا جانا |
| فیض | : | فائدہ، نفع |

## سوچیے اور بتایئے۔

1. حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا تعلق کس سلسلے سے تھا؟
2. خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی تربیت کس کی نگرانی میں ہوئی؟
3. قاضی حمیدالدین ناگوریؒ، خواجہ بختیار کاکیؒ کی کس بات پر حیران ہوئے؟
4. سفر کے دوران ایک بزرگ نے خواجہ بختیار کاکیؒ کو کیا نصیحت کی؟

.5 حضرت خضرؑ نے مولانا ابوحفصؒ کو کیا تاکید فرمائی؟

.6 خواجہ قطب الدین بختیارؒ کو '' کاکی'' کیوں کہا جاتا ہے؟

.7 حضرت بختیار کاکیؒ کس بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے؟

.8 حضرت بختیار کاکیؒ ،خواجہ معین الدینؒ کے ساتھ اجمیر کیوں نہیں گئے؟

.9 بختیار کاکیؒ کا مزار دہلی میں کہاں واقع ہے؟

## واحد، جمع الگ الگ کرکے لکھیے۔

خاتون آیتیں مکتب بزرگ ہدایات

عبادتوں خواہش نذرانے شعر محفل

## اِن لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

درویش نگرانی حفظ مامور نصیحت خوشبو

## صحیح جملے پر صحیح (✓) اور غلط جملے پر غلط (×) کا نشان لگائیے۔

.1 حضرت خواجہ قُطب الدین بختیار کاکیؒ چشتیہ خاندان کے کامل درویش تھے۔ ( )

.2 اُن کی بزرگی کی شہرت صرف بغداد میں تھی۔ ( )

.3 حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اصفہان تشریف نہیں لے گئے۔ ( )

.4 بچپن ہی سے آپ نیک سیرت اور پاک دل انسان تھے۔ ( )

.5 پورے شہر کے لوگ اور خود بادشاہ بھی حضرت خواجہ اجمیریؒ کے پاس آئے اور اُن سے گذارش کی کہ حضرت بختیار کاکیؒ کو اجمیر لے جائیں۔ ( )

# عملی کام

- خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زندگی سے متعلق کسی واقعے کو اپنی زبان میں لکھیے ۔

# غور کرنے کی بات

- ہندوستان میں باہر سے کئی اللہ والے تشریف لائے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ بھی انھیں میں سے ایک ہیں۔ ان بزرگوں نے ملک میں بڑے بڑے کام کیے۔ خاص طور پر غریبوں اور محتاجوں کی خدمت کے لیے خانقاہیں بنائیں ۔ اور خدا کے بندوں کو پیار محبت کا سبق پڑھایا۔ ان کی خانقاہیں ہر مذہب وملّت کے لوگوں کے لیے ہر وقت کھلی رہتی تھیں۔ عام انسانوں میں محبّت اور اتحاد پیدا کرنا ان کا اصل کام تھا۔ خواجہ بختیار کاکیؒ کے ذریعے بہت سے ایسے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوئے جو انسان کی عقل میں نہیں آتے۔ ایسے واقعات کو جو انسان کی عقل میں نہ آتے ہوں ''کرامت'' کہتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں طاق سے ملنے والی روٹیوں کا قصّہ بھی خواجہ صاحب کی ایک کرامت ہے۔


آؤ مل جل کر
بنائیں ایک بہتر دنیا
نرمالیہ چکروتی، کالج آف آرٹ، نئی دہلی